

حقیقتِ کبریٰ
فی
ظہورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم



از قلم

بنتِ اشرف المشائخ

سیدہ نازنین اشرف جیلانی

کتاب : حقیقتِ کبریٰ فی ظہورِ مصطفیٰ ﷺ

مصنف : سیدہ نازنین فاطمہ زوجہ سید صابر اشرف جیلانی

پروف : علامہ سید اظہار اشرف جیلانی

ناشر : مسکن سادات اشرفیہ پبلی کیشنز، کراچی، پاکستان
03342986859

قیمت :

تاریخ : 2/10/2020

تعارف مصنف

سیدہ نازنین فاطمہ اشرف جیلانی حضرت سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی (سجادہ نشین درگاہ عالیہ اشرفیہ) کی صاحبزادی ہیں، شروع ہی سے آپ کو لکھنے، پڑھنے کا بہت شوق تھا، آپ اپنے والد کے ساتھ "ماہانہ الاشرف" میں بہت سے کاموں میں مصروف رہتی تھیں، اور اپنے والد کی دعائیں لیتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی قلم اپنی رونقیں بکھیر رہا ہے۔

فہرست

پیش لفظ

اللہ رب العزت کے بعد جس ذات کی تعریف کے لیے لاتعداد قلم اُٹھتے رہے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اعلیٰ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ہمارے لیے مبعوث فرما کر ہمیں اپنے بے پایاں احسانات و عنایات اور نوازشات عطا فرمائیں۔

جشنِ میلاد النبی ﷺ منانا برکت والے کاموں میں سے ایک کام ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعات تمام انسانیت کے لیے فخر کاتاج ہے،اور اس فخر کے تاج کا کمال تب عطاکیا جاتا ہے،جب انسان اپنی جان ، مال ، اولاد سے زیادہ حضور اکرم ﷺ سے اور انکی تعلیمات سے محبت کرے اور جب موقع ملے تو اپنی سوچ ، فکر ، عقل بھی حضور ﷺ کے بارگاہ میں پیش کرکے اس بات کا اظہار کرے کہ میں کچھ بھی نہیں یہ سب اُس عظیم خالق کا کرم ہے، جس نے مجھے یہ توفیق دی کہ میری سوچ کی توجہ اُس عظیم تخلق کی طرف ہوئی جس کی مثال کسی اور تخلیق میں موجود نہیں۔

انسان دنیا میں جس چیز کی بھی تعریف کرے حقیقتاً رب کی ہی تعریف ہے،اور جس تخلیق میں سے عیب کا چرچا کرے تو یہ حقیقتاً اپنے رب کی ہی تخلیق میں عیب کو ڈھونڈنا ہے،حقیقت اس بات کو تسلیم کرتی آرہی ہے کہ چودہ سو سال پہلے ایک ایسی تخلیق ظاہر ہوئی جس کو دیکھنے سے تخلیقات کا اعلیٰ حسن ظاہر ہوتا تھا،جس کی ذات کی طرف توجہ کرنے سے انسان کی سوچ ہر عیب سے پاک ہوجاتی تھی،آج بھی اُس ذات کی سیرت کا مطالعہ کیاجائے تو ہر برائی انسان کے قول و فعل سے دور ہوجاتی ہے،انسان اگر اُس کی زندگی کے ایک لمحے پر عمل کرے تو دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں اپنا سر جھکاکراُس کے قدموں میں پناہ لے لیتی ہیں،جس کے لیے الفاظ کا بے پناہ ذخیرہ بھی آپ ﷺ کے اس دنیا میں ایک لمحے کا بھی حق ادا نہیں کرسکتا،ان تمام سیرت و کردار کو سُن کر قلم اس لیے اُٹھتا ہے کہ شاید الفاظ ، قلم ، سوچ کے ساتھ کردار و گفتار بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کرنے لگے۔

یاد رہے کہ بہت سی شخصیات مختلف زمانوں کی تاریخوں میں نظر آئیں،لیکن جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نظر آئے اُس زمانے کی دشمن بھی تعریف کرتا ہے، آج پوری دنیا اس بات کو ماننے

پر مجبور ہے کہ شخصیت کا نکھا صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات کی طرف توجہ کرنے سے ہی ملتاہے، حقیقت اور حق کے جو راستے حضور ﷺ نے بتائے تھے صرف اُسی راستوں سے سچ واضح ہے۔اس کے علاوہ جو ہے وہ سب تاریکی ہے،ناکامی ہے،نامرادی ہے۔

علم آج انسان کی محنت وجستجو کی وجہ سے تحقیقات کی روشنی میں یہ ظاہر کررہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے بغیر زندگی لا معنٰی ہے۔آج کا انسان یہ جان چکا ہے کہ اُس جہالت کے دور میں ہدایت کی عظیم کامیابی صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اس دنیا میں آنے سے ہی ممکن ہوئی،حضور نبی اکرم ﷺ ہی کے وجودِ مسعود کے تصدق اور وسیلہ سے ہر وجود کو سعادت ملی ہے۔اللہ رب العزت جو انسانیت پر عظیم شفیق و رحیم ہے اُس نے انسان کے تمام گناہوں،نافرمانیوں کے باوجود بھی حق اور حقیقت سے فریب کرنے کے لیے اپنا عظیم محبوب بھیج دیا۔

اس تاریخی خوشی میں مسرت و شادمانی کا اظہار اللہ کا شکر ہے اور اُس کی نعمت کی قدر کرنا ہے۔میری سوچ اور فکر یہ کہتی ہے کہ صحیح معنٰی میں ولادتِ رسول کو منانا رسول ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کی جستجواور تڑپ ہے۔اصلاح ظاہر و باطن ہی اصل خوشی کا اظہار ہے۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ خود بھی اپنے یومِ ولادت کی خوشی مناتے اور اِس کائنات میں اپنے ظہور وجود پر باگاہِ ربّ العزت میں شکر گزار ہوتے ہوئے پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔

جشنِ میلاد النبی ﷺ کا عمل مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام جیسے اَہم فرائض کی طرف رغبت دلاتا ہے اور قلب و نظر میں ذوق و شوق کی فضاء ہموار کرتا ہے۔صلوٰۃ و سلام بذات خود شریعت میں بے پناہ نوازشات و برکات کا باعث ہے۔ اس لیے جمہور اُمت نے میلاد النبی ﷺ کا اِنعقاد مستحسن سمجھا۔اور اس کا اہتمام کیا۔

سیرتِ طیبہ کی اَہمیت اُجاگر کرنے اور جذبۂ محبتِ رسول ﷺ کے فروغ کے لیے محفلِ میلاد اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اِسی لیے جشنِ میلاد النبی ﷺ میں

فضائل، شمائل، خصائل اور معجزاتِ سید المرسلین ﷺ کا تذکرہ اور اُسوۂ حسنہ کا بیان ہوتا ہے۔

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کا ایک اَہم مقصد محبت و قربِ ذاتِ الٰہی و ذاتِ رسول اللہ ﷺ ہے، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے تعلق میں پختگی ہے، راہِ صحابہ و اہلِ بیت کو سمجھنے اور اُس کا حصول و فروغ ہے کیونکہ یہ تمام تعلیمات ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے ہی حاصل ہوئی ہے،بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اَقدس، اُمتِ مسلمہ کے ایمان کا مرکز و محور اور حقیقی اَساس ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی بقا و سلامتی اور ترقی کا راز ہی اِس اَمر پر منحصر ہے کہ وہ ذاتِ مصطفی ﷺکو اپنی جملہ عقیدتوں، محبتوں اور تمناؤں کا مرکز و محور گردانے اور یہ بات قطعی طور پر جان لے کہ آپ ﷺ کی نسبت کے اِستحکام کے بغیر دنیا و آخرت میں کوئی عزت و سرفرازی نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و کمالات کی معرفت ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت میں اِضافہ کا اہم ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر ایمان کا پہلا بنیادی تقاضا ہے۔

میں نے اس کتاب کو اس لیے لکھا کہ شاید میرے ان الفاظ کے ذریعہ بھولے ہوئے مسلمانوں کی توجہ ذات رسولﷺ کی طرف ہوجائے اور یہ خالقِ کائنات بھی چاہتاہے۔اس کتاب کو لکھنے کا دوسرا مقصد شکرِ الٰہی ہے،کہ اُس عظیم خالق نے مجھے آپ ﷺ کی اُمت میں پیدا کیااب چاہت یہی ہے کہ اس اُمت میں ہونے کا حق ادا کر سکوں۔

(آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

(زوجہ سید صابر اشرف جیلانی)
بنتِ اشرف المشائخ حضرت ابو محمد شاہ سید احمد اشرف جیلانیؒ

الآیات وتفاسیر

اﷲ رب العزت جو خالقِ ربِ کائنات ہے،جس کی نازل کردہ کتابیں اُس کی حکمتوں کا خزینہ ہیں اس کلام کے تمام الفاظ ہدایتوں کے عظیم سمندر ہیں،جو انسانی زندگیوں کے لیے بہت ضروری ہیں،انسان اور کلام الٰہی کے تعلق کو دنیا میں قائم کرکے دیکھانے والی ذات کا ذکر باری تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے،اور اپنے فضل ورحمت کا ذکرکر کے انسان کی سوچ کو ذاتِ رسول ﷺ کی طرف متوجه فرمایا:

1. قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ط هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَo

(یونس، 10: 58)

’’فرما دیجیے: (یه سب کچھ) الله کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے که اس پر خوشیاں منائیں ، یه اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔‘‘

رسول الله ﷺ کی ذات گرامی، آپ کی آمد اور آپ کی بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار اس آیت میں الله کے فضل اور اس کی رحمت سے سیدنا محمد ﷺ کو مراد لیا گیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ٩١١ ھ) لکھتے ہیں :

خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس (رضی الله تعالیٰ عنه) سے روایت کیا ہے که (قل بفضل الله) سے مراد نبی ﷺ ہیں۔

(الدر المنثور ج ٤ ص ٣٦٨، دارالفکر بیروت، روح المعانی ج ٧ ص ٢٠٥، دارالفکر، ١٤١٧ ھ)

اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس (رضی الله تعالیٰ عنه) سے روایت کیا ہے که وبرحمته میں رحمت سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ الله تعالیٰ فرماتا ہے :وما ارسلنك الا رحمة العلمین۔ **(الانبیاء : ١٠٧) (الدرالمنثور ج ٤ ص ٣٦٧، روح المعانی ج ٧ ص ٢٠٥)**

علامه ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ ھ) نے لکھا ہے :

ضحاک نے حضرت ابن عباس (رضی الله تعالیٰ عنه) سے روایت کیا ہے که رحمت سے مر اد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔

(زارد المسیر ج ٤ ص ٤٠، المکتب الاسلامی بیروت، ١٤٠٧ ھ)

اس تفسیر کے مطابق اس آیت کا معنی یه ہوا که سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ، آپ کی ولادت اور بعثت پر مسلمانوں کو خوشی منانا چاہیے اور اس کی اصل اس آیت میں ہے : **والذین اتینهم الکتب یفرحون بمآ انزل الیك من الاحزاب من ینکر بعضه۔** (الرعد : ٣٦) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں بعض وہ ہیں جو اس کے بعض کا انکار کرتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ٣١٠ ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

وہ اصحاب محمد ﷺ ہیں جو الله کی کتاب اور اس کے رسول سے خوش ہوئے اور انهوں نے اس کی تصدیق کی اور یهود اور نصاری اس کا انکار کرتے ہیں۔ یه قتادہ کا قول ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث : ١٥٥١٧، مطبوعه دارالفکر بیروت، ١٤٢١ ھ)

انسان کی اصل سوچ جو ایمان کے نور کی بلندی کا سب سے بڑا سبب ہے، وہ ذات رسالتِ پاک ﷺ ہے،اور آپ کا اس دنیا میں آنا ہمارے لیے بہت اہمیت رکھاہے،اس دن ایمان والوں کی خوشی کا اندازہ کوئی سوچ نہیں لگاسکتی۔یهود و نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیه سلام کے اس دنیا میں آنے پر خوشی کا اظہار کرتے تھے،ولادتِ رسول ﷺ کے بعد ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ کی ولادت کو دل سے تسلیم کیا اور بہت سے لوگوں نے متنفر ہو کر آپ ﷺ کی ولادت و رسالت کا انکار کردیا:

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا : یه وہ اہل کتاب ہیں جو رسول الله ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس پر خوش ہوتے تھے، اور الاحزاب سے مراد یهود ، نصاری

اور مجوس کے گروہ ہیں، ان میں سے بعض آپ پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا۔

(جامع البیان رقم الحدیث : ١٥٥٢١)

اس روایت سے آپ جان سکتے ہیں کہ ایمان لانے کی بھی خوشی ہوتی اور جب وہ شخصیت اس دنیا میں تشریف لائی جس کی وجہ سے کتنے ہی دل ایمان کے نور سے منور ہوئے، کتنے ہی لوگوں کو اللہ کا فضل ملا، اور کتنے لوگ اس عظیم خوشی کا حق ادا کرتے ہوئے تسکینِ روح و دل کی گھرائیوں میں اللہ تک پہنچ گئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی ولادت اور آپ کی بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار کرنا مطلوب اور محمود ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : الذین بد لو نعمة الله کفرًا۔ (ابراہیم : ٢٨) جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے تبدیل کردیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا : اللہ کی قسم یہ لوگ کفار قریش ہیں اور عمرو نے کہا وہ قریش ہیں اور سیدنا محمد ﷺ کی نعمت ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث : ٣٩٧٧، مطبوعہ دارارقم بیروت)

اس صحیح حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ ، اللہ کی نعمت ہیں اور اللہ کی نعمت پر خوش ہونا اور فرحت اور مسرت کا اظہار کرنا مطلوب ہے۔
یستبشرون بنعمةٍمن الله و فضلٍ ۔ (آل عمران : ١٧١) وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں مناتے ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتے ہیں:

ان آیات، احادیث اور آثار سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے فضل اور رحمت ہیں اور اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور مومنین اہل کتاب آپ کی وجہ سے فرحت اور مسرت کا اظہار کرتے تھے، مومنین کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی نعمت پر خوشی مناتے ہیں، سو جس دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی، اس دن آپ کی ولادت پر خوشی کرنا اور عید میلاد منانا اور جشن آمد رسول کا اظہار کرنا یہ ان آیات، احادیث کے مطابق ہے۔

(تفسیر تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدیؒ، ج۔۵، ص: ٢١٠، فریدبک سٹال، لاہور، پاکستان)

2. وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اﷲِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْم بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُط فَلَمَّا جَآئَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌo

(الصف، 61: 6)

’’اور (وہ وقت بھی یاد کیجیے) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس رسولِ (معظّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے، پھر جب وہ (رسولِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واضح نشانیاں لے کر اُن کے پاس تشریف لے آئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔‘‘

مولانا امین اصلاحی لکھتے ہیں:

(دل کی کجی کے اثرات جو بعد میں ظاہر ہوئے) ۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ ان کے دل کی ہی کجی کا اثر ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لانے سے بھی محروم رہے اور جس آخری رسول کی بشارت آنجناب (ﷺ) نے دی اس کی تکذیب کے لیے بھی آج رات دن خاکبازی میں مصروف ہیں حالانکہ ان کی تمام مخالفتوں کے علی الرغم اللہ کا یہ نور کامل ہو کر رہے گا، نہ یہ اس کا کچھ بگاڑ سکیں گے نہ مشرکین قریش) ۔
حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں۔ ان کے ذکر سے مقصود یہ دکھاتا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ بنی اسرائیل نے جو سلوک کیا اور اس کی پاداش میں ان پر جو لعنت ہوئی، اس کا اثر بدان پر آخر تک مسلط رہا یہاں تک کہ اس کے نتیجہ میں انھوں نے حضرت مسیح (علیہ السلام) کی بھی تکذیب کی اور اب اسلام کی جو مخالفت کر رہے ہیں یہ بھی اسی کا اثر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری ایسی جان لیوا ہے کہ ایک مرتبہ لگ گئی تو پھر اس سے جان چھڑانا ناممکن ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اس کی چھوت نہ لگنے دی جائے۔

(مصدقالما بین یدی من التورية) یه بات حضرت عیسیٰ (علیه السلام) نے اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر فرمائی که میرے ظہور سے ان پشین گوئیوں کی تصدیق ہوئی ہے جو میرے باپ میں توراۃ کے صحیفوں میں موجود ہیں۔
حضرت عیسیٰ (علیه السلام) کے بارے میں سب سے زیادہ واضح بشارت تو ان کے پیش رو حضرت یحییٰ (علیه السلام) نے دی۔ انھوں نے اپنا خاص مشن ہی یه بتایا که وہ اپنے بعد آنے والے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔ اپنی اسی بشارت کے ضمن میں انھوں نے ان پشین گوئیوں کا بھی حوال دیا جو حضرت عیسیٰ (علیه السلام) کے بارے میں پہلے سے موجود تھیں اور جن کی بناء پر لوگوں کو ایک نبی کی بعثت کا انتظار تھا۔ یه ساری چیزیں اپنے محل میں بیان ہوچکی ہیں۔ یہاں اعادے کی گنجائش نہیں ہے۔
(مصدقا لما کا صحیح مفہوم) ۔ (مصدقالما بین یدی) کے لغوی مفہوم پر اس کے محل میں مفصل بحث ہوچکی ہے۔ جو لوگ اس کے معنی یه لیتے ہیں که میں توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں، انھوں نے نه تو اس کلام کا موقع و محل سمجھا ہے نه مصدقاکا صحیح لغوی مفہوم وہ متعین کرسکے ہیں۔ حضرت مسیح (علیه السلام) نے یه بات اپنے کو مومن بالتوراۃ ظاہر کرنے کے لیے نہیں فرمائی ہے۔ بلکه جیسا که ہم نے اشارہ کیا، اپنی نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر فرمائی ہے، اور قرآن میں جہاں بھی یه لفظ آیا ہے اسی سیاق میں آیا ہے۔ اس مقصد کے لیے یه بات بالکل لا حاصل ہے که میں توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اگر انھوں نے توراۃ کی تصدیق فرمائی تو اس سے جو بات ثابت ہوئی وہ صرف یه ہے که وہ توراۃ پر ایمان رکھتے تھے لیکن اس سے ان کی نبوت و رسالت کس طرح ثابت ہوجائے گی ؟ پھر یه بات بھی ذہن میں رکھیے که توراۃ کے ہر حصه کی تصدیق نه حضرت مسیح (علیه السلام) نے فرمائی ہے نه محمد رسول الله (ﷺ) نے بلکه حضرت مسیح (علیه السلام) نے بھی اس کی تحریفات سے پردہ اٹھایا ہے اور قرآن نے بھی بلکه قرآن کے تو اس کے اچھی طرح بخیے ادھیڑے ہیں۔
(آنحضرت (ﷺ) کے باب میں حضرت مسیح (علیه السلام) کی پیشین گوئیوں کی اہمیت) ۔ (ومبشرا برسول یاتی من بعدی) اسمه احمد۔ یعنی ساتھ ہی حضرت مسیح (علیه السلام) نے اپنا مشن بھی بتایا که میں ایک رسول کی خوش خبری دینے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ جہاں تک اس رسول کی پیشین گوئی کا تعلق ہے وہ تو سیدنا ابراہیم (علیه السلام) کے زمانے سے چلی آرہی ہے جس کا ذکر اگلی سورۃ میں بھی آ رہا ہے۔ حضرت

ابراہیم (علیہ السلام) کے بعد حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے بھی اس رسول کی خوش خبری دی۔ بعض دوسرے انبیاء سے بھی توراۃ کے مختلف صحیفوں میں پیشین گوئیاں موجود ہیں اور اہل کتاب ان کا مصداق آنحضرت (ﷺ) کو مانیں یا نہ مانیں لیکن ایک غیر جانبدار ذہن یہ ماننے پر مجبور ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے سوا کسی اور پر وہ منطبق نہیں ہو سکتیں۔ الغرض جہاں تک آنحضرت (ﷺ) کی بشارت کا تعلق ہے اس میں حضرت مسیح (علیہ السلام) منفرد نہیں ہیں لیکن آنجناب (ﷺ) کی بشارت تین پہلوؤں سے دوسری سابق بشارتوں سے بالکل مختلف ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے اس بشارت کو اپنا ایک ضمنی کام نہیں بلکہ اپنی بعثت کا خاص مقصد اور مشن بتایا ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ نے اس کے ظہور کا زمانہ بھی بالکل قطعی طور پر متعین کردیا ہے۔ تیرا یہ کہ آپ نے یہ بشارت آنحضرت (ﷺ) کے اسم گرامی کی تصریح کے ساتھ دی ہے۔ یہ تینوں پہلو خاصے اہم ہیں اس وجہ سے ہم بالاختصار ان پر یہاں گفتگو کریں گے۔

(انجیل کے انجیل سے موسوم ہونے کی حکمت) ۔ پہلی بات یعنی حضرت مسیح (علیہ السلام) کا آنحضرت (ﷺ) کی بشارت پر مامور ہونا ان کے الفاظ (مبشرا (ﷺ) برسول یاتی من بعدی) سے بھی واضح ہے لیکن اس سے بڑی دلیل خود اس صحیفہ کا نام ہے جو ان پر نازل ہوا۔ لفظ انجیل بلا اختلاف یونانی ہے جس کے معنی مسلم طور پر بشارت کے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تمام آسمانی صحیفوں میں یہی صحیفہ خاص طور پر اس لفظ سے کیوں موسوم ہوا ؟ عیسائی ممکن ہے نجات سے متعلق اپنے من گھڑت عقیدے کی بناء پر اس کی توجیہ یہ کریں کہ یہ بنی آدم کے لیے نجات کی بشارت ہے، لیکن یہ توجیہ بالکل طفلانہ ہے۔ نجات سے متعلق جو عقیدہ پال نے گھڑا ہے اس کی کوئی الٹی سیدھی دلیل پال کے لا یعنی علم کلام ہو تو ہو لیکن ان انجیلوں میں اس کی کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی نہیں ہے۔ انبیاء (علیہم السلام) کا مشن جس طرح بشارت رہا ہے اسی طرح بلکہ کسی کسر ے زائد انداز بھی رہا ہے اور یہ دونوں فرض جس طرح ہر نبی نے انجام دیے اسی طرح حضرت مسیح (علیہ السلام) نے بھی انجام دیے۔ انھوں نے ایمان لانے والوں کو نوز و فلاح کی بشارت بھی دی اور کفر کرنے والوں کو دوزخ سے ڈرایا بھی، پھر کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان کے صحیفہ کا نام مخصوص طور پر بشارت (انجیل) ہی ہوتا۔ البتہ اس نام سے موسوم ہونے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کا امتیازی وصف اور خاص مشن تھا ہی یہ کہ وہ

اپنے بعد آنے والے آخری رسول کی بشارت دیں۔ اس مشن پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کر کے بھیجے گئے تھے۔ اس سوجہ سے ان کے صحیفہ کا نام ہی بشارت (انجیل) ہوا کہ نام ہی سے آپ کے مشن کا اظہار ہوا اور یہ نام قیامت کے دن عیسائیوں پر حجت بنے کہ جس کی بشارت دینے پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے۔ اس پر ایمان لانے سے خود محروم رہے اور سیدنا مسیح (علیہ السلام) کی کنواریوں والی تمثیل ان پر صادق آئی کہ رات بھر تو وہ شمعیں جلائے دلہا کا انتظار کرتی رہیں لیکن جب دلہا کے آنے کا وقت ہوا تو ان کی کپیوں کا تیل ختم ہوگیا اور وہ سو رہیں۔

انجیلوں کا تدبر سے مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان کا خاص مضمون آسمانی بادشاہت کی بشارت ہے۔ مختلف اسلوبوں، پیرایوں اور گوناگوں تمثیلوں سے یہی مضمون ان میں بار بار آتا ہے۔ اس آسمانی بادشاہی کی جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ اس کے تدریجی نشوونما کا جو تصور دیا گیا ہے اس میں داخل ہونے والوں اور اس سے محروم رہنے والوں کے جو اوصاف مذکور ہوئے ہیں اگر ان پر اچھی طرح غور کیجئے تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ یہ در حقیت اس نبوت کی بشارت ہے جو آنحضرت (ﷺ) کی بعثت کی شکل میں ظاہر ہوئی اور اس نظام صالح کی خوش خبری ہے جس کی برکتیں صحابہ (رضوان اللہ تعالی اجمعین) کے ہاتھوں زمین پر پھیلیں۔ یہاں اس مسئلہ کی وضاحت کا موقع نہیں ہے ورنہ میں مثالیں دے کر اپنا نقطہ نظر اچھی طرح واضح کردیتا۔ تاہم مجھے امید ہے کہ جو لوگ انجیلوں پر اس پہلو سے غور کریں گے وہ میری رائے سے اتفاق کریں گے کہ ان کا اصل مضمون اس آسمانی بادشاہی کی بشارت ہی ہے جو آنحضرت (ﷺ) کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی۔

(یہ پیشین گوئی تعین زمانہ کے ساتھ ہے) ۔ اس پیشین گوئی میں زمانے کے تعین کی بات بھی اس کی اہمیت کو بہت بڑھا دیتی ہے۔ اس سے پہلے جتنی پیشین گوئیاں بھی آنحضرت (ﷺ) یا دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کے باب میں وارد ہوئیں ان میں سے کسی میں بھی اس تصریح کے ساتھ زمانے کا تعین نہیں ہے بلکہ سب ایک غیر معین مستقل سے تعلق رکھنے والی ہیں، لیکن اس پیشین گوئی میں یہ تصریح ہے کہ وہ رسول آپ کے بعد آئے گا اور آپ اس کی بشارت دینے اور اس آنے والے کی راہ صاف کرنے آئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سیدنا مسیح (علیہ السلام) کے بعد وہ کون شخصیت اس پوری دنیا میں ظاہر ہوئی ہے جس پر وہ صفات یا وہ تمثیلات منطبق ہو سکیں جو آنجناب (ﷺ) نے اس

کے باب میں یا اس کے ہاتھوں قائم ہون والے نظام سے متعلق فرمائی ہیں ؟ ضد اور ہٹ دھرمی کی بات اور ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے جواب میں محمد (ﷺ) کے سوا کسی اور کا نام نہیں لیا جاسکتا۔ اگر عیسائی یہ نام نہیں لینا چاہتے تو پھر انہیں انجیلوں سے بھی دست بردار ہوجانا چاہیے۔ آخر وہ کب تک ایک ایسی بشارت دیتے رہیں گے جس کا کوئی مصداق دو ہزار سال میں ظاہر نہیں ہوا۔

(نام کی تصریح کے ساتھ بشارت) ۔ مسئلہ کا تیسرا پہلو بھی نہایت اہم بلکہ سب سے زیادہ اہم ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) نے آنحضرت (ﷺ) کی بشارت نام کی تصریح کے ساتھ دی ہے۔ نام کی صراحت کے ساتھ اس پیشین گوئی کا ظہور میں آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس میں کسی قسم کا خفانہ رہے بلکہ ہر چیز اس طرح کھل کر سامنے آجائے کہ جو لوگ اس کا انکار کریں ان کی ہٹ دھرمی بالکل بےنقاب اور ان پر اللہ کی حجت اچھی طرح قائم ہوجائے۔

(ناموں کی تحریف میں اہل کتاب کی جسارت) ۔ لیکن ناموں کے اوپر تحریف کرنے والوں نے جو قیامت ڈھائی ہے وہ سب سے زیادہ دردناک ہے۔ انھوں نے یا تو ان ناموں کا حلیہ اس طرح بگاڑا کہ ان کی اصل صورت معلوم کرنے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے یا ان کا ترجمہ اور پھر ترجمہ در ترجمہ کر کے ان کو حقیقت سے اتنا دور کردیا کہ ان کی تحقیق کی کاوش جوئے شیر لانے کے مترادف بن گئی۔

اس کی مثال کے لیے ہم ”مردہ “اور ”بکہ “کو پیش کرتے ہیں۔ یہ دونوں نام توراۃ میں آئے ہیں۔ مردہ وہ قربان گاہ ہے جہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی پیش کی اور (بکہ) مکہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو بسایا اور جن کی ذریت سے ایک رسول کی بعثت کی دعا فرمائی، چونکہ یہود یہ بات کسی قسمت پر گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا کوئی تعلق مکہ سے ثابت ہو سکے یا یہ کہ قربان ہونے والا فرزند حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو قرار دیا جاسکے اس وجہ سے انھوں نے نہایت سفاکی کے ساتھ ہر اس نشان کو توراۃ سے کھرچ کھرچ کر مٹایا جس کو انھوں نے اپنی خواہش کے خلاف پایا، چنانچہ مردہ کو ان کے علماء اور قاریوں نے زبان کے تروڑ مروڑ سے مورہ موریا مریا اور نہ جانے کیا کیا بنایا۔ اسی طرح بکہ کو بکاء بنایا اور پھر اس کو وادی بکار کا نام دے کر مترجموں نے اس کا

ترجمه دادی گریه کردیا حالانکه بکه اور مکه دونوں ایک ہی چیز ہے۔ اس کی تحقیق اس کتاب میں اس کے محل میں گزر چکی ہے۔
(ملاحظه ہو تدبر قرآن، جلد اول، صفحات ۷٤۷، ۷٤۸)
ان دو مثالوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے که توراۃ اور انجیل میں ان ناموں پر کیا گزری ہے جن کو یہودیوں یا عیسائیوں نے اپنے مقصد کے خلاف پایا ہے۔ خاص طور پر احمد یا حمد تو ایسے نام ہیں که ان کا کوئی حرف بھی وہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچه انجیلوں سے یه بات تو صاف معلوم ہوتی ہے که حضرت مسیح (علیه السلام) نے نام کی تصریح کے ساتھ حضور (ﷺ) کی بعثت کی بشارت دی ہے لیکن ساتھ ہی یه بات بھی واضح ہوجاتی ہے که عیسائی علماء نے اس نام پر پردہ ڈالتے ہیں وہ کمال فن دکھایا ہے که یہود کے سوا کوئی اور اس کمال میں ان کا حریف نہیں ہوسکتا۔
پہلے ہم انجیل یوحنا سے وہ حوالے نقل کرتے ہیں جن میں حضور (ﷺ) کی بشارت دی گئی ہے، اس کے بعد ان کے خاص خاص پہلوؤں کی طرف توجه دلائیں گے، سیدنا مسیح (علیه السلام) فرماتے ہیں : ”اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا که ابر تک تمہارے ساتھ رہے، یعنی سچائی کا روح “۔ (یوحنا۔ باب ١٤، ١٦، ١٧)
”لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرا نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاددلائے گا “۔ (یوحنا، باب ١٤، ٢٦)
”اس کے بعد میں تم سے محبت سی باتیں نه کروں گا کیونکه دنیا کا سردارتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں “۔ (یوحنا، باب ١٤، ٣٠)
”لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا “۔ (یوحنا، باب ١٥، ٢٦)
”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں که میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکه اگر میں نه جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نه آئے گا “۔ (یوحنا، باب : ٦، ٧)
”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اسی لیے که وہ اپنی طرف سے نه کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا “۔ (یوحنا : باب ١٦، ١٢، ١٣)

یہ حوالے ہم نے انجیل یوحنا سے لیے ہیں جو عیسائیوں کے تمام فرقوں کے نزدیک مسلم ہے۔ انجیل برناباس میں حضور (ﷺ) کی بشارت آپ کے نام نامی محمد، کی تصریح کے ساتھ بار بار وارد ہوئی ہے لیکن اس کے حوالے ہم اس لیے نہیں دے رہے ہیں کہ موجودہ عیسائی جو پامال کے پیرو ہیں، اس کو مستند نہیں مانتے، مذکورہ بالاحوالوں پر غور کیجئے تو چند باتیں بالکل واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) نے آنحضرت (ﷺ) کی بشارت ایسی واضح صفات کے ساتھ دی ہے کہ وہ حضور (ﷺ) کے سوا کسی دوسرے پر منطبق نہیں ہو سکتیں، مثلاً "وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"۔ "وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا"۔ "دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"۔ غور کیجئے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کے بعد آنحضرت (ﷺ) کے سوا اور کون ہے جس کو ان صفات کا مصداق قرار دیا جاسکے ؟

دوسری یہ کہ ان پیشین گوئیوں کے پیش و عقب میں اگرچہ ایسے بےجوڑ فقرے اور الفاظ گھسانے کی کوشش کی گئی ہے جن میں ان کے مطلب کو خبط کیا جاسکے لیکن اس کوشش میں تحریف کرنے والوں کو کامیابی نہیں ہوئی ہے بلکہ ان فقروں کا بےربط ہونا بالکل نمایاں ہے۔

تیسری یہ کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) نے آنحضرت (ﷺ) کی تعریف میں کوئی معین لفظ فرمایا جس کو بعد کے مترجموں اور شارحوں نے اپنی تحریف کا خاص طور پر ہدف بنایا اور اپنا پورا زور لگایا ہے کہ اس کو جس حد تک اس کے صحیح مفہوم سے دور کرسکیں کردیں۔ کسی نے اس کا ترجمہ مددگار کیا ہے کسی نے وکیل کسی نے شفیع کسی نے سچائی کی روح۔ رہا یہ کہ وہ لفظ کیا ہے تو یوحنا میں جو یونانی لفظ استعمال ہوا ہے وہ (Paragletus) بتایا جاتا ہے جس کے معنی بیان کرنے میں وہ موشگافیاں کی گئی ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ یہ یونانی ظاہر ہے کہ کسی سریانی لفظ کا ترجمہ ہوگا اس لیے کہ انجیل کی اصل زبان سریانی تھی تو اب اس کی تحقیق کون کرے کہ وہ کیا تھا۔ جب ایک لفظ کو گم کرنے کی جدوجہد میں صدیوں سے ایک پوری قوم لگی ہو تو اس سراغ لگانا کس کے امکان میں ہے ! یہ تو قرآن کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس کا کچھ سراغ دیا۔ بعض مسلمان مورخین کی تحقیق یہ ہے کہ اصل سریانی لفظ (منعمنا) ہے جس کے معنی سریانی میں وہی ہیں جو محمد اور احمد کے ہیں۔

(یہود کی شقاوت) ۔ (فلما اء هم بالبينت قالوا هذا سحرمبين) (جاء) کے فاعل حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔ یعنی وہ سابق پیشین گوئیوں کے مصداق اور اپنے بعد آنے والے رسول خاتم کے مبشر بن کر نہایت کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ جب آئے تو یہود کے دل اس طرح کج ہوچکے تھے کہ انہوں نے آپ کے تمام معجزات کو جادو قرار دیا اور آپ کی تکذیب کردی۔ انجیل میں تصریح ہے کہ یہود نے آپ کے معجزات کو جادو کا کرشمہ بھی قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ یہ جو کچھ دکھاتے ہیں اس میں روح القدس کی تائید کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ان کو ایک بھوت، بغلزلوں کی مدد حاصل ہے۔ بعض لوگوں نے جاء کا فاعل آنحضرت (ﷺ) کو قرار دیا ہے لیکن یہ سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے۔

(ایک و تعق پہلو) ۔ یہاں اس فرق کو بھی ملحوظ رکھیے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت مسیح (علیہ السلام) کے انداز خطاب میں نمایاں ہے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے تو بنی اسرائیل کو یقوم سے مخاطب کیا لیکن حضرت مسیح (علیہ السلام) نے ان کو (یبنی اسرائیل) سے مخاطب کیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قومی تعلق نہ آپ کا بنی اسرائیل سے تھا نہ کسی اور قوم سے بلکہ آپ عیسیٰ بن مریم تھے۔ قرآن نے خطاب کے ان باریک پہلوؤں کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

(تدبرقرآن،مولاناامین اصلاحی،ج۔۸،ص:۳۴۰۔۳۴۵،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،پاکستان)

اللہ کے ہر کا پر سربخم ہوجانااور اپنے کردار و میزاج سے ولادتِ رسول ﷺ پر مسرت کا اظہار کرنا قرآن ہی کی اتباع ہے۔

3. لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo

(آل عمران، 3: 164)

’’بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔‘‘

سیدنا محمد ﷺ نوع انسان اور بشر سے مبعوث کیے گئے :
امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری (متوفی ٤٥٨ ھ) لکھتے ہیں :
(آیت) ”من انفسھم “کا معنی ہے۔ ان کے نسب سے ’حضرت ابن عباس (رضی الله تعالیٰ عنه) نے فرمایا ان کے نسب سے مراد یه ہے که آپ ولد اسماعیل سے تھے ’اور یه حضرت عائشه (رضی الله تعالیٰ عنہا) کا قول ہے کیونکه انھوں نے فرمایا یه آیت خاص عربوں کے لیے ہے ’اور دوسرے مفسرین نے کہا اس آیت سے مراد کل مومن ہیں اور (آیت) ”من انفسھم “کا معنی یه ہے که آپ ان میں سے ایک فرد ہیں ، وہ آپ کو بھی پہچانتے تھے اور آپ کے نسب کو بھی پہچانتے تھے ،آپ نه فرشتے تھے اور نه بنو آدم کے علاوہ کسی اور جنس کے فرد تھے ، یه قول زجاج کا مختار ہے ، اگر مومنوں پر احسان کی وجه یه ہو که آپ عرب تھے تو عجمیوں پر آپ کی بعثت کی وجه سے کوئی احسان نہیں ہوگا ’لیکن عجمیوں پر بھی اس وجه سے احسان ہے که جب ان کو آپ کی بعثت کی خبر دی گئی اور ان کو یه معلوم ہوگیا که آپ ان ہی میں سے ایک فرد ہیں اور انھوں نے آپ کے صدق اور آپ کی امانت کو جان لیا تو ان کے لیے آپ کی نبوت کو ماننا آسان ہوگیا۔
(الوسیط ج ١ ص ٥١٦ ’مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ’١٤١٥ ھ)

علامه ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی الحنفی (المتوفی ٣٧٥ ھ) لکھتے ہیں :
(آیت) ”من انفسھم “کا معنی ہے ان کی اصل اور عرب میں ان کے نسب سے اور یه بھی کہا گیا ہے که ان کی جنس سے یعنی بنو آدم سے ’الله نے آپ کو فرشتوں میں سے نہیں بنایا، آپ کی تین فضیلتیں تھیں ، آپ کا نسب عربوں میں قریش میں سے تھا ، اور قریش میں سے بنو ہاشم میں سے تھا اور اس پر اتفاق تھا که عرب افضل ہیں اور عربوں میں قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم۔ دوسری فضیلت یه تھی که اعلان نبوت سے پہلے آپ لوگوں میں بطور امین معروف تھے ’اور تیسری فضیلت یه تھی که سب کو معلوم تھا که آپ امی ہیں اور پھر آپ نے ایک معجز کلام پیش کیا۔
(تفسیر السمرقندی ج ١ ص ٣١٣ ’مطبوعه مکتبه دارالباز مکه مکرمه ١٤١٣ ھ)

علامه ابو عبدالله محمد بن احمد مالکی قرطبی (متوفی ٦٦٨ ھ) لکھتے ہیں :

(آیت) ”من انفسھم “کا معنی ہے آپ ان کی مثل بشر ہیں ‘ایک قرات شاذہ فا کی زبر کے ساتھ ہے یعنی آپ ان میں سے زیادہ نفیس ہیں ‘کیونکہ آپ بنو ہاشم سے ہیں اور بنو ہاشم قریش میں افضل ہیں ‘اور عرب عجم سے افضل ہیں۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا یہ آیت عرب کے لیے ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد کل مومن ہیں اور (آیت) ”من انفسھم “کا معنی ہے آپ ان میں سے ایک فرد ہیں ‘اور ان کی مثل بشر ہیں اور صرف وحی سے ان میں ممتاز ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ٤ ص ٢٦٤۔ ٢٦٣ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ١٣٨٧ ھ)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی (متوفی ٥٩٧ ھ) لکھتے ہیں :

اس آیت میں دو قول ہیں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور جمہور سے منقول ہے کہ یہ آیت عربوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کا معنی ہے آپ کا نسب ان میں معروف ہے اور یہی وجہ احسان ہے اور دوسروں کا قول ہے یہ آیت سب مومنوں کے لیے ہے اور اس آیت کا معنی ہے نہ آپ فرشتے ہیں اور نہ بنو آدم کے علاوہ کسی اور جنس کے فرد ہیں اور یہی وجہ احسان ہے۔

(زادالمیسر ج ١ ص ٤٩٤ ‘مطبوعہ مکتب اسلامی ‘بیروت ‘١٤٠٧ ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی (متوفی ٦٨٥ھ) لکھتے ہیں :

(آیت) ”من انفسھم “کا معنی ہے آپ ان کے نسب سے اور ان کی جنس سے ان کی مثل عربی ہیں تاکہ وہ آسانی کے ساتھ آپ کا کلام سمجھ لیں ‘اور صدق اور امانت میں آپ کے حال سے وقف ہوں اور آپ پر فخر کریں ایک قرات فا کی زبر کے ساتھ ہے ، یعنی آپ ان میں سے سب سے زیادہ شرف والے ہیں کیونکہ آپ کا قبیلہ سب سے اشرف اور افضل تھا۔

(انوار التنزیل (درسی) ص ٩٥ ‘مطبوعہ دارفراس للنشروالتوزیع مصر)

علامہ ابو الحیان عبداللہ بن یوسف اندلسی (متوفی ٧٥٤ھ) لکھتے ہیں :

اس آیت کا معنی ہے کہ آپ بنو آدم کی جنس سے ہیں ‘اور یہ اس وجہ سے احسان ہے کہ لوگ آپ سے مانوس ہو کر اکتساب فیض کرلیں ‘اور دو مختلف جنسوں میں جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ نہ ہو ‘اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب عرب ہیں اور وجہ احسان یہ ہے کہ آپ ان کی مثل عرب

ہیں ،ان کی زبان بولتے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے آپ سے استفادہ آسان ہے اور آپ کی سیرت طیبه انمیں معروف ہے اور یہ آپ کی نبوت کو جاننے کا ذریعہ ہے۔
(البحر المحیط ج ۳ ص ٤١٦۔ ٤١٥ مطبوعه دارالفکر ،بیروت ،۱٤۱۲ ھ)

علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الحلبی الشافعی (المتوفی ٧٥٦ ھ) لکھتے ہیں :
(آیت) "من انفسهم "کا معنی ہے کہ آپ ان کی جنس سے ہیں ،حضرت عائشه (رضی الله تعالیٰ عنہا) حضرت فاطمه (رضی الله تعالیٰ عنہا) اور ضحاک کی یہی قرات ہے ،اور حضرت انس (رضی الله تعالیٰ عنه) سے روایت ہے کہ یہ فاء کی زبر کے ساتھ ہے ،یعنی آپ سب سے زیادہ نفیس اور مکرم ہیں ،حضرت علی (رضی الله تعالیٰ عنه) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا : میں نسب ،حسب اور صھر (سسرال) کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ نفیس ہوں۔ **(الدرالمصون ج ۲ ص ۲٥۱ ،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ،۱٤۱٤ ھ)**

علامہ جلال الدین شافعی (۹۱۱ ھ) لکھتے ہیں :
آپ ان کی مثل عربی ہیں تاکہ وہ آپ کا کلام سمجھ سکیں اور آپ کی وجہ سے مشرف ہوں،تو آپ نہ فرشتے ہیں نہ عجمی۔
(جلالین مع الجمل ج ۱ ص ۳۳۲ ،مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)

مفسرین کے ان تمام اقوال سے یہ ظاہر ہے الله تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نسل انسانی میں افضل و اعلیٰ خاندان میں پیدا کیا۔

4. يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآئَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًاo

(النساء، 4: 174)

’’اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہٗ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نُور (بھی) اُتار دیا ہے۔‘‘

سیدنا محمد ﷺ کو برہان فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کو اپنی نبوت اور رسالت کو منوانے کے لیے کسی الگ اور خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کا وجود مسعود اور آپ کی ذات گرامی بجائے خود آپ کی نبوت اور رسالت پر دلیل ہے ، یہی وجہ ہے کہ دوسرے نبیوں اور رسولوں نے اپنی نبوت اور رسالت پر خارجی معجزات پیش کیے اور سیدنا محمد ﷺ نے اپنی نبوت اور رسالت پر اپنی زندگی پیش کی۔ قرآن مجید ہے :
(آیت) **”فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون“**۔ (یونس : ١٦)
ترجمہ : میں تم میں اس (نزول قرآن) سے پہلے اپنی عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں تو کیا تم نہیں سمجھتے۔
حضرت خدیجة الکبری (رضی الله تعالیٰ عنه) حضرت ابوبکر (رضی الله تعالیٰ عنه) ‘حضرت علی (رضی الله تعالیٰ عنهط) اور حضرت زید بن حارثه (رضی الله تعالیٰ عنه) یہ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ سب بغیر کسی معجزہ کے ایمان لائے تھے ، ان کے لیے یہی دلیل کافی تھی کہ انھوں نے آپ کی زندگی کو دیکھا تھا اور آپ کی زندگی ہی آپ کے دعوی نبوت پر قوی دلیل تھی۔
اس آیت میں قرآن مجید کو نور مبین فرمایا ہے ‘نور اس چیز کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کر دے ‘قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز کی وجہ سے خود ظاہر ہے اور احکام شرعیه ، ماضی اور مستقبل کی خبروں ، اور عقائد صحیحه اور اسرار کونیه کو بیان کرنے والا اور ظاہر کرنے والا ہے۔

5. یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرِ ط قَدْ جَآئَكُمْ مِّنَ االلّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌo

(المائدة، 5: 15-16)

”اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول تشریف آئے ہیں جو تمہارے لیے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے در گزر (بھی)

فرماتے ہیں۔بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آگیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔''

جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ھ) روایت کرتے ہیں :
اللہ تعالیٰ نے اہل توراۃ اور اہل انجیل کو مخاطب کرکے فرمایا : تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آگئی۔ نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا ،اسلام کو ظاہر کیا ،اور کفر کو مٹایا۔ اسی نور کی وجہ سے آپ وہ باتیں بیان فرما دیتے تھے جن کو یہودی چھپاتے تھے اور کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس نے ان چیزوں کو بیان فرما دیا جس میں ان کا اختلاف تھا۔ مثلا اللہ کی توحید ،حلال اور حرام اور شریعت کا بیان اور وہ کتاب قرآن مجید ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا ،جس میں دین سے متعلق احکام کو بیان فرمائیں ہیں۔
(جامع البیان ،جز ٦ ص ٢٢٠ ،مطبوعہ دارالفکر بیروت ،١٤١٥ ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری (متوفی ٤٥٨ ھ) لکھتے ہیں:
نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور ہدایت ،یعنی اسلام۔ قتادہ نے کہا اس سے نبی ﷺ مراد ہیں۔ یہی زجاج کا مختار ہے۔ اس نے کہا نور سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے ، جس چیز میں اہل کتاب اختلاف کرتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید بہت ساری سمتوں سے بیان کرتا ہے۔
(الوسیط ،ج ٢ ص ١٦٩۔ ١٦٨ ،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

حسب ذیل تفاسیر میں بھی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور دوسروں نے کہا اس سے مراد اسلام ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ **(الجامع لاحکام القرآن ،ج ٣ ص ٧٨ ،مطبوعہ بیروت ،فتح القدیر ،ج ٢ ص ٢٣ ،الدرالمنثور ،ج ٢ ص ٢٦٨ ،نظم الدرر ،ج ٦ ،ص ٦٣ ،زاد المیسر ،ج ٢ ص ٣١٦)**

علامہ ابو اللیث نصربن محمد سمرقندی متوفی ٣٧٥ ھ روایت کرتے ہیں :

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں :
(۱) نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔
(۲) نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔
(۳) نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ قول ضعیف ہے ،کیونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ اور اسلام اور قرآن پر نور کا اطلاق بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ نور ظاہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آنکھ اشیاء ظاہرہ کا ادراک قوت سے کرتی ہے اور نور باطن اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بصیرت، حقائق اور معقولات کا ادراک قوت سے کرتی ہے۔
(تفسیر کبیر ،ج ۳ ص ۳۸٤ ،مطبوعہ دارالفکر ،بیروت ،۱۳۹۸ ھ)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی (متوفی ٦۸٦ھ)لکھتے ہیں :
نور سے مراد ہے قرآن جو شک کے اندھیروں کو دور کرتا ہے ،اور کتاب مبین سے مراد ہے جس کا اعجاز واضح ہو اور ایک قول یہ ہے کہ نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔
(علامہ بیضاوی کی پہلی تفسیر زمخشری سے مستفاد ہے ،کشاف ،ج ۱ ص ٦۱۷)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی (متوفی ۱۰٦۹ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں :
اس تفسیر کے مطابق نور اور کتاب دونوں سے مراد واحد ہے۔ قرآن مجید کو نور اس لیے فرمایا ہے کہ یہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو ظاہر فرماتا ہے دوسروی تفسیر جس کے مطابق نبی کریم ﷺ کو نور فرمایا ہے ،اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺاپنے معجزات کے سبب سے ظاہر تھے اور آپ حق کو ظاہر کرنے والے تھے۔ (اور نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے)
(عنایۃ القاضی ،ج ۳ ص ۲۲٦ ،مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں :
نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار ﷺ ہیں۔ قتادہ کا یہی مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے۔ ابو علی جبائی (معتزلی) نے کہا نور سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ وہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو منکشف کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے اسی تفسیر پر اقتصار کیا ہے اور اس صورت میں نور پر کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہوگا کہ عطف تغائر کو

چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو تغائر کس طرح ہوگا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عنوان کا تغائر کافی ہے۔
معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور مطعوف میں اس کو کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے تغائر کو تغائر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی کریم ﷺ ہوں ،اور یہاں بھی صحت عطف کے لیے عنوان کا تغائر کافی ہوگا اور نبی کریم ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔
(روح الم (روح المعانی ج ٦ ص ٩٧ ،مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ،بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی (متوفی ١٠١٤ ھ) لکھتے ہیں:
نبی کریم ﷺ پر نور کا اطلاق کیا گیا ،کیونکہ آپ اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ دونوں قرآن کے وصف ہیں اور عطف کے لیے لفظی تغایر کافی ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی کریم ﷺ کی نعت اور صفت ہوں۔ آپ نور عظیم ہیں۔ کیونکہ انوار میں آپ کا کامل ظہور ہے اور آپ کتاب مبین ہیں ، کیونکہ آپ اسرار کے جامع ہیں اور احکام، احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔
(شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ،ج ١ ص ١١٤ ،مطبوعہ دارالفکر ،بیروت)
قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت نے بڑی واضح حقیقتوں سے طاہر کیا،جس کی پاس فضل الہی تھااُس نے اُسی فضل سے ذکر کیا۔

6. قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَo

(المائدۃ، 5: 114)

’’عیسٰی ابن مریم نے عرض کیا: اے اﷲ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوانِ (نعمت) نازل فرما دے کہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے لیے عید ہوجائے ہمار ے اگلوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لیے (بھی) اور(وہ خوان)

تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق عطا کر! اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔‘‘

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (متوفی ۱۳٦۷ ھ) لکھتے ہیں:
یعنی ہم اس (خوان طعام) کے نزول کے دن کو عید بنائیں، اس کی تعظیم کریں ، خوشیاں منائیں ،تیری عبادت کریں ، شکر بجا لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز الله تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو ،اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں منانا ،عبادتیں کرنا ،شکر الہی بجا لانا ،طریقه صالحین ہے اور کچھ شک نہیں که سید عالم (ﷺ) کی تشریف آوری الله تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لیے حضور (ﷺ) کی ولادت مبارکه کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الہی بجا لانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن و محمود اور الله کے مقبول بندوں کا طریقه ہے۔

(خزائن العرفان ،ص ۲۰۳ ،مطبوعه تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

7. وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّاo

(مریم، 19: 15)

’’اور یحییٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور انکی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔‘‘

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

ہر مرحله میں مبارک سلامت : یه فرشتوں کی مبارک سلامت کا حواله ہے که یه مرد حق دنیا میں جس دن آیا قدوسیوں نے اس دن مبارک و سلامت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا، جس دن مرا اس دن بھی انھوں نے ' اھلا و سھلا ' کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور جس دن اٹھایا جائے گا اس دن بھی اسی نعره تحیت کے ساتھ وہ اس کو خوش آمدید کہیں گے۔ یه اشاره ہے اس بات کی طرف که اس دنیا نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا کیا، خدا کے ہاں ہر مرحله میں اس کے ساتھ جو معامله ہوا یا ہوگا وہ مبارک سلامت کا ہے۔

(تدبرقرآن،مولاناامین اصلاحی،ج۔۴،ص:٦٤٦،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،پاکستان)

حقیقت یہی ہے کہ آپ ﷺ کا اس دنیا میں آنا اور اس دنیا سے ظاہر پردہ فرمانا اللہ کی طرف سے ایک حکمت ہے اور اللہ کبھی خوشی کو دکھ سے تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔آج ہم اُس وقت کا تصور کرتے ہوئے جس وقت رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو جہالت سے دور کیا،دھوکہ ،جھوٹ ،بغض و حسد کو انسانی سوچ میں ذلیل کردیا۔تواسی وجہ سے آج ہم اس دن اس بات کا اظہار خوشیاں منانے کی صورت میں کرتے ہیں۔

8. وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّاo

(مریم، 19: 33)

’’اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن، اور میری وفات کے دن، اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔‘‘

اس سے پہلے حضرت یحییٰ پر سلام کا ذکر تھا وہ بغیر الف لام کے تھا وسلام علیہ اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ پر سلام کا ذکر ہے اور یہ الف لام کے ساتھ ہے اور یہ لام عہد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو سلام حضرت یحییٰ پر کیا گیا تھا وہی سلام حضرت عیسیٰ پر ہو۔
سلام کا معنی ہے نعمتیں سلامت رہیں اور آفات اور بلیات سے امان حاصل ہو، گویا حضرت عیسیٰ نے یہ دعا کہ جو سلامتی اور امان حضرت یحییٰ پر نازل کی گئی تھیں وہی سلامتی اور امان ان پر نازل کی جائے۔ یوم ولادت، یوم وفات اور یوم بعث ان تین دنوں میں انسان اللہ تعالیٰ کی سلامتی کا بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے اس لیے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے خصوصیت کے ساتھ ان تین دنوں میں سلامتی کے حصول کی دعا کی۔
یہود اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بچپن میں کلام کرنے کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ بہت عجیب و غریب واقعہ اور کمالات کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ ان سے محبت کرنے والے ہیں اور جب انھوں نے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ثابت نہیں ہے، اسی طرح یہود اس وقت سے حضرت عیسیٰ سے عداوت رکھتے ہیں جس وقت سے حضرت عیسیٰ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں کلام کیا ہوتا تو اس وقت وہ ان کے قتل کرنے کے در پے ہوجاتے اور جب دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے

ماں کی گود میں کلام نہیں کیا اور مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں کلام نہ کیا ہوتا تو ان کی ماں کی زنا سے برأت ثابت نہ ہوتی اور پھر یہود ضرور ان کو رجم کردیتے اور جب یہود نے ان کو سنگسار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس تہمت سے ان کی برأت ثابت ہوگئی تھی اور اس تہمت سے ان کی برأت کا یہی طریقہ ہے اور رہا یہ کہ نصاریٰ نے باوجود حضرت عیسیٰ سے شدید محبت کے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نصاریٰ کا تو اس وقت وجود ہی نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ السلام کے بڑے ہونے اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کے بعد ان کے متبعین اور نصاریٰ وجود میں آئے تھے اور یہود نے ان کو اس وقت اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ ماں کی گود میں بچے کے کلام کرنے سے بہت مبہوت اور خوف زدہ تھے اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اس وقت حضرت زکریا کے سایہء عاطف میں تھے اس لیے اس وقت وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔

9۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِo وَاَنْتَ حِلٌّم بِهٰذَا الْبَلَدِo وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَo

(البلد، 90: 1-3)

’’میں اس شہر (مکہ) کی قَسم کھاتا ہوں۔ (اے حبیبِ مکرّم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ (اے حبیبِ مکرّم! آپ کے) والد (آدم یا ابراہیم) کی قَسم اور (ان کی) قَسم جن کی ولادت ہوئی۔‘‘

اس آیت میں فرمایا ہے : ”**وانت حل** “یعنی اس شہر میں آپ جو کام بھی کریں وہ آپ کے لیے حلال ہے، حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا : جس دن آپ مکہ میں داخل ہوئے آپ کے لیے حلال کردیا گیا کہ آپ جس کافر کو چاہیں قتل کردیں، سو آپ نے ابن خطل، مقیس بن صبابہ وغیرہما کو قتل کردیا اور آپ کے بعد اور کسی شخص کے لیے مکہ میں کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس (رض) سے روایت ہے کہ آپ کے لیے دن کی ایک ساعت میں مکہ میں قتال کرنا حلال ہوا تھا اور یہ

فتح مکه کا دن تھا، پھر اس کے بعد قیامت تک کے لیے اس کی حرمت لوٹ آئی، اور نبی (ﷺ) سے ثابت ہے که آپ نے فرمایا : بیشک الله نے جب آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اس وقت اس نے مکه کو حرم بنادیا تھا پس وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے، نه مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا اور نه میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۳۵۳)

”**وانت حل** “کا دوسرا یه معنی کیا گیا ہے که آپ اس میں مقیم ہیں اور یه آپ کا محل ہے اور ایک قول یه ہے که آپ اس میں محسن ہیں یعنی آپ اس شہر میں نیک کام کرنے والے ہیں اور میں اس شہر میں آپ سے راضی ہوں۔ قتادہ نے کہا : اس کا معنی یه ہے که آپ اس میں حلال ہیں یعنی آپ اس میں گناہ گار نہیں ہیں۔ اہل لغت نے ذکر کیا ہے که کہا جاتا ہے که فلاں شخص حل ہے اور حلال ہے اور محل ہے، اس کا معنی گرہ کھولنا، حلال ہونا اور نازل ہونا، اترنا اور ٹھہرنا ہے یعنی آپ مکه میں نازل ہونے والے اور ٹھہرنے والے ہیں، ایک قول یه ہے که اس میں نبی (ﷺ) کی تعریف اور تحسین ہے یعنی آپ اس شہر میں کوئی ایسا کام کرنے والے نہیں ہیں، جس کا ارتکاب آپ پر حرام ہو، کیونکه آپ کو معلوم تھا که بیت الله کے کیا حقوق ہیں، نه که ان مشرکین کی طرح جو اس شہر میں کفر اور معصیت کے کام کرتے تھے اور ان آیتوں کا معنی اس طرح ہے که میں اس بیت معظم کی قسم کھاتا ہوں جس کی عزت اور حرمت کو آپ جانتے ہیں، سو آپ اس بیت کی تعظیم کرتے ہوئے اس میں مقیم ہیں اور اس شہر میں کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو آپ پر حرام ہو۔ شرجیل بن سعد نے کہا : آپ اس شہر میں حلال ہیں اور کفار مکه میں قتل کرنے کو اور شکار کرنے کو اور اس کے درختوں کو کاٹنے کو حرام قرار دیتے ہیں، اس کے باوجود وہ مکه سے آپ کے نکالنے کو اور آپ کے قتل کو حلال قرار دیتے ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۵۵، دارالفکر، بیروت، ۱٤۱۵ ھ)

”**وانت حل بھذا البلد** “کی تفسیر امام رازی سے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦۰٦ ھ لکھتے ہیں :

”**وانت حل بھذا البلد۔** “(البلد : ۲) سے مراد حسب ذیل امور ہیں :

(۱) آپ اس شہر میں مقیم ہیں اور ٹھہرے ہوئے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس وجہ سے مکرم قرار دیا ہے کہ آپ اس میں مقیم ہیں۔
(۲) کفار اس شہر کے احترام میں اس شہر میں قتل کرنے کو، یہاں شکار کرنے کو اور یہاں کے درختوں کے کاٹنے کو حرام قرار دیتے ہیں، اس کے باوجود ان کے نزدیک اس شہر میں آپ کو قتل کرنا حلال ہے، وہ آپ کو قتل کرنے کے لیے گھات لگا کر بیٹھے تھے لیکن آپ ان کے درمیان سے سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے نکل گئے اور ان کو پتہ نہیں چلا، اس آیت میں نبی (ﷺ) کو اپنی مہم میں ثابت قدم رکھنا ہے اور کفار کی عداوت پر تعجب کا اظہار ہے۔
(۳) قتادہ نے کہا : "**وانت حل** "کا معنی یہ ہے کہ آپ گناہ گار نہیں ہیں اور آپ کے لیے حلال ہے کہ آپ مکہ میں جس کافر کو چاہیں قتل کردیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مکہ کو فتح کردیا اور اس کو آپ کے لیے حلال کردیا، پھر آپ نے جس چیز کو چاہا حلال کردیا اور جس چیز کو چاہا حرام کر یا اور جو چاہا آپ نے کیا : آپ نے عبداللہ بن خطل کو قتل کردیا، جس وقت و کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا اور مقیس بن صبابۃ کو اور ان کے سوا کو بھی اور ابوسفیان کے گھر کو حرم قرار دیا، اور وقت وہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا اور مقیس بن صبابۃ کو اور ان کے سوا کو بھی اور ابو سفیان کے گھر کو حرم قرار دیا، اور آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کسی کے لیے مکہ میں قتال کو حلال نہیں کیا، صرف میرے لیے ایک ساعت کے لیے اس میں قتال کو حلال کیا تھا، پھر قیامت تک کیل یے اس کو حرم بنادیا، نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ سورت تو مکی ہے اور تم نے جو حدیثیں بیان کی ہیں، یہ مدینہ میں ہجرت کے بعد اخیر کی ہیں تو ان میں تطبیق کیسے ہوگی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ایک لفظ حال کے لیے ہوتا ہے اور اس کا معنی مستقبل کے لیے ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
انک میت (الزمر : ۳۰) بیشک آپ وفات پانے والے ہیں۔
اسی طرح اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کے لیے مکہ میں سب امور حلال ہونے والے ہے۔
(۱) اس کا معنی یہ ہے کہ آپ مکہ میں حلال کام کرنے والے ہیں، مشرکین کے بر خلاف جو مکہ میں اللہ کی توحید کا اور آپ کی رسالت کا کفر کر کے حرام کام کرتے ہیں۔

(٥) الله تعالیٰ نے شہر مکه کی قسم کھا کر اس کی انتہائی فضلیت بیان فرمائی اور اس شہر کے رہنے والے آپ کے نسب کو اور آپ کے خاندان کی عظمت، شرافت اور طہارت کو پہچانتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں که آپ اپنی عمر کے اس طویل حصه میں ہر قسم کے برے افعال سے پاک اور صاف رہے ہیں، جیسا که ان آیات سے بھی ظاہر ہے :

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعه : ٢)

(الله) وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی کی نوع سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبه : ١٢٨) بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط (یونس : ١٦) پس بیشک میں تم میں سے اس سے پہلے ایک طویل عمر گزار چکا ہوں۔

لہٰذا اس آیت میں جو الله تعالیٰ نے بتایا ہے که آپ اس شہر میں مقیم ہیں، اس سے غرض رسول الله (ﷺ) کے اس عظیم منصب کو واضح کرنا ہے۔

”**وانت حل بهذا البلد** “کی تفسیر مصنف سے

البلد : ٢ میں ”وانس حل بهذا البلد “حل ہے اور ”**لا اقسم بهدا البلد** “(البلد : ١) ذوالحال ہے اور حال، ذوالحال کی قید ہوتا ہے، خلاصه یہ ہے که الله تعالیٰ کا شہر مکه کی قسم کھانا اس حال کے ساتھ مقید ہے، جب آپ (ﷺ) مکه میں مقیم ہوں گویا مکه اسی وقت معظم اور مکرم ہے جب آپ شہر مکه میں مقیم ہوں، معلوم ہوا که کسی بھی چیز کی تعظیم اور تکریم کا مدار اس پر ہے جب وہ چیز آپ کے ساتھ اور مقدرن ہو، سو جب آپ مکه میں تھے تو مکه مکرم تھا اور جب آپ مدینه میں آگئے تو مدینه مکرم ہوگیا، جیسے دس کروڑ کا کوئی قیمتی ہیرا، اگر تجوری میں رکھا ہو تو وہ تجوری دس کروڑ کی ہے، اگر وہ ہیرا کسی انگوٹھی میں جڑا ہو تو وہ انگوٹھی دس کروڑ کی ہے اور اگر وہ ہیرا کسی ہار میں لگا ہو تو وہ ہار دس کروڑ کا ہے، سو اس کائنات میں سب سے افضل مخلوق رسول الله (ﷺ) کی ذات گرامی ہے، جیسا که حضرت جبرائیل امین (علیه السلام) نے کہا :

قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد۔

میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو کھنگال ڈالا، پس میں نے (سیدنا) محمد (ﷺ) سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث : ٦٢٨١، دلائل النبوة للبیهقی ج ١ ص ١٧٦)

سو جب آپ آسمانوں پر تھے تو آسمان سب سے افضل تھے اور جب آپ زمین پر آئے تو زمین سب سے افضل تھی، مکه میں تھے تو مکه سب سے افضل تھا، مدینه میں آئے تو مدینه سب سے افضل تھا، وادیٔ بدر میں تھے تو وه سب سے افضل تھی، جبل احد پر آئے تو وه سب سے افضل تھا، جب غار حرا میں تھے تو وه افضل تھا اور جب غار ثور میں گئے تو وه افضل تھا، شب ہجرت جب حضرت ابوبکر کے کندھوں پر تھے تو حضرت ابوبکر سب سے افضل تھے اور جب حضرت عائشه (رضی الله تعالیٰ عنہا) کے زانو پر سر اقدس تھا تو وه سب سے افضل تھیں، جب عرش پر پہنچے تو وه سب سے افضل تھا تو وه سب سے افضل تھا اور اب جب که قبر انور کے فرش پر محو آرام ہیں تو وه فرش سب سے افضل ہے، غرض عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز کی تعظیم اور تکریم کا مدار آپ کی ذات ہے اور ہر چیز کی فضلیت آپ کے دامن سے وابسته ہے۔
الله تعالیٰ نے فرمایا :
فلا وربک (النساء : ٦٥)
آپ کے رب کی قسم !
الله تعالیٰ کعبه کا بھی رب ہے، بیت المعمور کا بھی رب ہے، عرش عظیم کا بھی رب ہے، لیکن یوں قسم نہیں کھائی که رب کعبه کی قسم ! یا رس بیت المعمور کی قسم ! یا عرش عظیم کے رب کی قسم ! بلکه یوں قسم کھائی : آپ کے رب کی قسم !
اس میں یه اشاره ہے : سونے کا تو میں کعبه کا بھی رب ہوں، بیت المعمور کا بھی رب ہوں، عرش عظیم کا بھی رب ہوں، مگر مجھے نه کعبه کے رب ہونے پر ناز ہے، نه بیت العمور کے رب ہونے پر ناز ہے، نه مجھے عرش کے رب ہونے پر ناز ہے، اگر مجھے ناز ہے تو اے محمد مصطفیٰ (ﷺ) ! مجھے تمہارے رب ہونے پر ناز ہے۔
حضرت مجدد الف ثانی (رح) نے یونہی تو نہیں فرمایا : میں خدائے عزوجل کی صرف اس وجه سے پرستش کرتا ہوں که وه رب محمد ہے۔
(مبدأ و معاذ فارسی ص ٦٣۔ اردو ص ١٧٩، اداره مجددیه، کراچی)

الله تعالیٰ نے فرمایا :

"اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۔ "(الفیل : ۱)
کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا ؟ **"الم ترالی ربک** "(الفرقان : ٤٥) کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا ؟ ، اللہ تعالیٰ نے جب اپنا ذکر فرمایا تو آپ کی طرف اپنی نسبت کی اور جب آپ کا ذکر فرمایا تو اپنی طرف آپ کی نسبت کی۔
سبحن الذی اسری بعبده (بنی اسرائیل : ۱)
سبحان ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے عبد مقدس کو لے گئی۔
تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ (الفرقان : ۱)
بابرکت ہے وہ ذات جس نے الفرقان کو اپنے عبد مکرم پر نازل فرمایا۔
یعنی اللہ اپنی نسبت آپ کی طرف کرتا ہے اور آپ کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے گویا تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
ولکل وجھة ھو مولیھا (البقرہ : ۱٤۸) ہر ایک کے لیے ایک جہت (قبلہ) ہے جس کی طرف کر رہا ہے۔
علامہ آلوسی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا قبلہ ہے، مقربین کا قبلہ عرش ہے، روحانیین کا قبلہ کرسی ہے اور کروبیین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور انبیاء سابقین کا قبلہ بت المقدس اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور وہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور رہا آپ کی روح کا قبلہ تو وہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے، جیسا کہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے خوف کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔
(اتحاف ج ٦ ص ۹۰)
(روح المعانی جز ۲۰ ص ۲۳، دارلفکر، بیروت)
ان تمام آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولادتِ رسول ﷺ پر مسرت کا اظہار اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ہم بھلائی سے خوش ہوتے ہیں اور برائی سے نفرت کرتے ہیں۔

ولادت باسعادت کی نشانیاں

اس سے قبل یا اس کے بعد ظہور پذیر ہوئیں

اللہ رب العزت نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو بھیجنے سے پہلے اور وقتِ ولادت پر بہت سی نشانیاں ظاہر فرمائیں،آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی عظیم نشانیوں میں سے یہ بھی نشانی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اُس وقت سب برائیاں اپنا خاتمہ محسوس کررہی تھیں۔جھوٹ،دھوکہ،بد اخلاقی اپنی اہمیت کھو رہیں تھیں، حق اور حقیقت اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس طرح ظاہر تھا کہ کوئی بھی طاقت اُس کے سامنے ٹھر نہیں سکتی تھی۔اُس عظیم نعمت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے حکم دیا:

۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ ﴿آل عمران،3: 103﴾

’’اور اپنے اوپر (کی گئی) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔‘‘

ان ٹوٹے ہوئے دلوں کو پھر سے جوڑنا اور گروہوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو رشتہ اُخوت و محبت میں پرو دینا اتنا بڑا واقعہ ہے جس کی کوئی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی ظاہری پیدائش سے پہلے حقیقتِ محمدیﷺ کے ظہور کا ذکر فرمایا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،کہتے ہیں کہ رسول کریمﷺ سے سنا فرماتے تھے:

انی عبد اللّٰہ وخاتم النبیین، وان آدم لمنجدل فی طینتہ۔

(مسند احمد)

میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا، حالانہ آدمؑ اس وقت اپنے خمیر کی حالت میں تھے۔میں عنقریب تمہیں اس بارےمیں خبردوں گا،اپنے والد ابراہیم ؑ کی دعا اوربشارتِ عیسیٰؑ میرے ساتھ تھی۔اور اپنی امی کا خواب جو انہوں نے دیکھا تھا۔ اور اسی طرح انبیاء کی مائیں خواب دیکھتی رہیں ہیں اور بے شک رسول

اللہ ﷺ کی والدہ نے بھی خواب دیکھا تھا، جس وقت ان کو جنم دیا تھا۔ نور اور روشنی کو جس نے شام کے محلات روشن کردیئے تھے۔

اہلِ دنیا کے لیے بھلائی اور ہدایت کاتاج بن کرتشریف لانے والے کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا آپ ﷺ کی ولادت پر دلیل ہے۔

حضوراکرم ﷺ کے دادا ابراہیمؑ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکادے۔ اور ان لوگوں کو پاکیزہ پھلوں کا رزق عطافرما۔

اس کے بعد یہ دعا کی: ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔

(پارہ:1،سورة البقرة: آیت129)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! اس شہر کے لوگوں میں انھیں کی نسل میں سے ایک ایسا رسول بھیج، جو ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

لہٰذا ابراہیمؑ نے اللہ سے آپ ﷺ کو مانگا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس لیے فرماتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنِّي عِنْدَ اللهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنَّ آدَمَ عليه السلام لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهٖ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذَالِکَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيْمَ، وَبِشَارَةُ عِيْسٰی بِي، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ وَكَذَالِکَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ تَرَيْنَ.

إِنِّي عَبْدُ اللهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فذكر مثله وزاد فيه: إِنَّ أُمَّ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا أَضَائَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالْبُخَارِيُّ فِي الْكَبِيْرِ.

﴿أحمد بن حنبل فی المسند، وابن حبان فی الصحیح، وابن أبی عاصم فی السنة، والبخاری فی التاریخ الکبیر، 6والطبرانی فی المعجم الکبیر، المستدرک، والبیھقی فی شعب الإیمان،﴾

رسول الله ﷺ نے فرمایا: میں الله تعالیٰ کی بارگاه میں اُس وقت سے آخری نبی لکھا جا چکا تھا جبکه حضرت آدم علیه السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے اور میں تمہیں اس کی تاویل بتاتا ہوں: میں حضرت ابراہیم علیه السلام کی دعا (کا نتیجه) ہوں ، حضرت عیسیٰ علیه السلام کی بشارت ہوں، اور اس کے علاوه اپنی والده کا وه خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انبیاء کرام کی مائیں اسی طرح کے خواب دیکھتی ہیں۔‘‘

ایک روایت میں ہے۔اِسے امام اَحمد نے روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں الله تعالیٰ کا بنده اور آخری نبی ہوں۔‘‘ پھر راوی نے مذکوره باب حدیث کی مثل حدیث بیان فرمائی اور اس میں یه اضافه کیا: ’’بے شک رسول الله ﷺ کی والده ماجده نے آپ ﷺ کی ولادت مبارکه کے وقت نور دیکھا جس سے شام کے محلات تک روشن ہو گئے۔‘‘

ایک اور مقام پر یه روایت اسی طرح لکھی گئی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریه رضی الله عنه سے مروی ہے وه بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، وَانَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهٖ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ تَأْوِيْلَ ذَالِكَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيْمَ، دَعَا: {وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ}]البقرة، 2: 129[، وَبِشَارَةُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ قَوْلُهٗ: {وَمُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ يَأْتِي مِنْم بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ}،]الصف، 61: 6[۔ وَرُؤْيَا أُمِّي رَأَتْ فِي مَنَامِهَا أَنَّهَا وَضَعَتْ نُوْرًا أَضَاءَ تْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ.

﴿الصحیح ابن و الطبرانی فی المعجم الکبیر﴾

رسول الله ﷺ نے فرمایا: بے شک میں الله تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں اس وقت بھی آخری نبی تھا جبکه آدم علیه السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے (مرحلۂ خلقت میں) تھے۔ میں تمہیں اِس کی تفصیل بتاتا ہوں که میں اپنے جدِ امجد ابراہیم علیه السلام کی دعا ہوں جو اُنہوں نے مانگی: ’’اے ہمارے ربّ! ان میں، انھی میں سے (وه آخری اوربرگزیده) رسول (ﷺ)

مبعوث فرما۔‘‘ اور میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں، اُنھوں نے کہا: ’’اور اُس رسولِ (معظم ﷺ) کی (آمد کی) بشارت سنانے والاہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے۔‘‘ اور میں اپنی والدہ کا خواب ہوں جو اُنھوں نے دیکھا کہ اُنھوں نے ایک ایسے نور کو جنم دیا ہے جس سے شام کے محلات بھی روشن ہو گئے۔‘‘

اسے امام ابن حبان، طبرانی، ابو نعیم، حاکم اور ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا: امام آحمد کی ایک سند کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں سوائے سعید بن سوید کے، اُنھیں امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ولادت کی نشانیوں سے سھیکنے اور یاد رکھنے کو بہترین عمل قرار دیا:

’’حضرت ابو مریم (سنان) رضی الله عنه سے مروی ہے:

أَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ حَتّٰى أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی الله علیه وآله وسلم وَهُوَ قَاعِدٌ وَعِنْدَهٗ خَلْقٌ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ: أَلَا تُعْطِيْنِي شَيْئًا أَتَعَلَّمُهٗ وَأَحْمِلُهٗ وَيَنْفَعُنِي وَلَا يَضُرُّکَ؟ فَقَالَ النَّاسُ: مَهْ، اِجْلِسْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم: دَعَوْهُ، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ الرَّجُلُ لِيَعْلَمَ، قَالَ: فَأَفْرَجُوْا لَهٗ، حَتّٰى جَلَسَ، قَالَ: أَيُّ شَيئٍ كَانَ أَوَّلَ أَمْرِ نُبُوَّتِکَ؟ قَالَ: أَخَذَ اللّٰہ مِنِّي الْمِيْثَاقَ، كَمَا أَخَذَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ. ثُمَّ تَلَا: {وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُوْحٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسَى وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيْثَاقًا غَلِيْظًا}]الأحزاب، 33: 7[وَبَشَّرَ بِيَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ۔ وَرَأَتْ أُمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی الله علیه وآله وسلم فِي مَنَامِهَا أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْ بَيْنِ رِجْلَيْهَا سِرَاجٌ أَضَاءَ تْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ.

﴿الطبرانی فی المعجم الکبیر، الخصائص الکبری﴾

ایک دیہاتی شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اُس وقت تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے

تھے۔ اُس اعرابی نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کیا آپ مجھے کوئی ایسی شے نہیں دیں گے کہ میں جس سے سیکھوں اور اسے سنبھالے رکھوں اور وہ مجھے فائدہ پہنچائے کوئی نقصان نہ دے؟ لوگوں نے اُسے کہا: ٹھہرو، بیٹھ جاؤ۔ اِس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اِسے چھوڑ دو، بے شک یہ آدمی جاننے کے لیے ہی سوال کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اِس کے لیے (بیٹھنے کی) جگہ بناؤ۔ یہاں تک کہ وہ بیٹھ گیا۔ اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی نبوت کا سب سے پہلا معاملہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میثاق لیا جیسا کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کا میثاق لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: {اور (اے حبیب! یاد کیجیے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور عیسی بن مریم (علیہما السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا۔} آپ ﷺ نے فرمایا: اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے میری بشارت دی۔اور رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ نے اپنے خواب میں دیکھا (کہ آپ ﷺ ولادتِ مبارکہ کے وقت) اُن کے بدنِ اَطہر سے ایک ایسا چراغ روشن ہوا جس سے شام کے محلات تک روشن ہو گئے۔‘‘

اسے امام طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

ولادت مصطفیٰ ﷺ کی نشانی قبل از بعد بہت شان سے ظاہر ہوتی رہیں جس کی گواہی صرف قرآن نے نہیں بلکہ دوسری آسمانی کتب بھی دیتی رہیں ہیں۔

انسان اپنی ناقص عقل کو پختہ آگاہی دے کر یہ بات سمجھادے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی نشانیاں انسان کی حیات کے لیے بہت اہمیت رکھتیں ہیں،اور خود رسول اللہ ﷺ کے اپنے قول و فعل سے یہ بتایا کہ اِن نشانیوں کو یاد کرنا ان کا تذکرہ کرنا بہترین عمل ہے۔

ولادت کے وقت کا تذکرہ

وقتِ ولادتِ رسول ﷺ دنیا کے لیے ایک اعزاز ہے کہ نبی آخرزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ اس میں تشریف لے آئے تھے،وقتِ ولادت کچھ خرقِ عادت واقعات کا ظاہر ہوناغیر معمولی ولادت کو ظاہر کررہا تھا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَتْنِي أُمِّي قَالَتْ: شَهِدْتُ آمِنَةَ رضی الله عنها لَمَّا وُلِدَتْ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَلَمَّا ضَرَبَهَا الْمَخَاضُ نَظَرْتُ إِلَى النُّجُوْمِ تَنَزَّلُ (وفي رواية: تَدَلّٰى) حَتّٰى إِنِّي أَقُوْلُ: لَتَقَعَنَّ عَلَيَّ. فَلَمَّا وَلَدَتْهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَ لَهُ الْبَيْتُ الَّذِي نَحْنُ فِيْهِ وَالدَّارُ، فَمَا شَيئٌ أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِلَّا نُوْرٌ.

﴿الطبرانی فی المعجم الکبیر﴾

’’ اُن کی والدہ محترمہ نے اُن سے بیان کیا: جب ولادتِ نبوی کا وقت آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر تھی، میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے کی طرف ڈھلک کے قریب ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ میرے اُوپر آگریں گے۔ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے جسم اطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔‘‘

اسے امام طبرانی، ابن ابی عاصم اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

فَكَانَ مِنْ دَلَالَاتِ حَمْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم أَنَّ كُلَّ دَابَّةٍ كَانَتْ لِقُرَيْشٍ نَطَقَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَقَالَتْ: حُمِلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَهُوَ أَمَانُ الدُّنْيَا وَسِرَاجُ أَهْلِهَا، وَلَمْ يَبْقَ كَاهِنَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَلَا قَبِيْلَةٌ مِنْ قَبَائِلِ

الْعَرَبِ إِلَّا حُجِبَتْ عَنْ صَاحِبَتِهَا، وَانْتُزِعَ عِلْمُ الْكَهَنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ سَرِيْرُ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا إِلَّا أَصْبَحَ مَنْكُوْسًا، وَالْمَلِكُ مُخْرَسًا لَا يَنْطِقُ يَوْمَهُ ذَالِكَ، وَمَرَّتْ وُحُوْشُ الْمَشْرِقِ إِلٰى وُحُوْشِ الْمَغْرِبِ بِالْبِشَارَاتِ، وَكَذَالِكَ الْبِحَارُ يُبَشِّرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِهٖ، فِي كُلِّ شَهْرٍ مِنْ شُهُوْرِهٖ، نِدَاءٌ فِي الْأَرْضِ وَنِدَاءٌ فِي السَّمَاءِ: أَنْ أَبْشِرُوْا فَقَدْ آنَ لِأَبِي الْقَاسِمِ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ مَيْمُوْنًا مُبَارَكًا.

قَالَتْ آمِنَةُ رضی الله عنها : فَسَمِعْتُ وَجَبَةً شَدِيْدَةً وَأَمْرًا عَظِيْمًا، فَهَالَنِي ذَالِكَ، وَذَالِكَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ، فَرَأَيْتُ كَأَنَّ جَنَاحَ طَيْرٍ أَبْيَضَ قَدْ مَسَحَ عَلٰى فُؤَادِي فَذَهَبَ عَنِّي كُلُّ رُعْبٍ، وَكُلُّ فَزَعٍ وَوَجْعٍ كُنْتُ أَجِدُهٗ، ثُمَّ الْتَفَتُّ، فَإِذَا أَنَا بِشُرْبَةٍ بَيْضَاءَ وَظَنَنْتُهَا لَبَنًا، وَكُنْتُ عَطْشٰى فَتَنَاوَلْتُهَا فَشَرِبْتُهَا، فَأَضَاءَ مِنِّي نُوْرٌ عَالٍ.

﴿السقوط على الأرض. والمراد به هنا: صوت السقوط.﴾

قَالَتْ: فَرَأَيْتُ قِطْعَةً مِنَ الطَّيْرِ قَدْ أَقْبَلَتْ مِنْ حَيْثُ لَا أَشْعُرُ حَتّٰى غَطَّتْ حُجْرَتِي، مَنَاقِيْرُهَا مِنَ الزُّمُرُّدِ، وَأَجْنِحَتُهَا مِنَ الْيَوَاقِيْتِ، فَكُشِفَ لِي عَنْ بَصَرِي، فَأَبْصَرْتُ سَاعَتِي مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، وَرَأَيْتُ ثَلَاثَ أَعْلَامٍ مَضْرُوْبَاتٍ، عَلَمٌ فِي الْمَشْرِقِ، وَعَلَمٌ فِي الْمَغْرِبِ، وَعَلَمٌ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ.

قَالَتْ: فَوَلَدْتُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وآله وسلم، فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ بَطْنِي دُرْتُ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا أَنَا بِهٖ سَاجِدٌ قَدْ رَفَعَ إِصْبَعَيْهِ كَالْمُتَضَرِّعِ الْمُبْتَهِلِ، ثُمَّ رَأَيْتُ سَحَابَةً بَيْضَاءَ قَدْ أَقْبَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ تَنْزِلُ حَتّٰى غَشِيَتْهُ، فَغِيْبَ عَنْ وَجْهِي۔ فَسَمِعْتُ مُنَادِيًا يَقُوْلُ: طُوْفُوْا بِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم شَرْقَ

الْأَرْضِ وَغَرْبِهَا وَأَدْخِلُوْهُ الْبِحَارَ كُلَّهَا لِيَعْرِفُوْهُ بِاسْمِهٖ وَنَعْتِهٖ وَصُوْرَتِهٖ وَيَعْلَمُوْا أَنَّهٗ سُمِّيَ فِيْهَا الْمَاحِي، لَا يَبْقٰى شَيئٌ مِنَ الشِّرْكِ إِلَّا مُحِيَ بِهٖ فِي زَمَنِهٖ، ثُمَّ تَجَلَّتْ عَنْهُ فِي أَسْرَعِ وَقْتٍ، فَإِذَا بِهٖ مُدْرَجٌ فِي ثَوْبِ صُوْفٍ أَبْيَضَ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَتَحْتَهٗ حَرِيْرَةٌ خَضْرَائُ، قَدْ قَبِضَ عَلٰى ثَلَاثِ مَفَاتِيْحَ مِنَ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ الْأَبْيَضِ، وَإِذَا قَائِلٌ يَقُوْلُ: قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰى مَفَاتِيْحِ النَّصْرِ، وَمَفَاتِيْحِ الرِّيْحِ، وَمَفَاتِيْحِ النُّبُوَّةِ۔ رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ.

﴿أبو نعيم فی دلائل النبوة، الخصائص الکبری، والحلبی فی إنسان العیون، 1و البدایة والنهایة﴾.

جب حضور نبی اکرم ﷺ رحمِ مادر میں تشریف لائے تو اس کی علامات یہ تھیں کہ اس رات قریش کا ہر جانور بول اٹھا اور یوں گویا ہوا: رسول اللہ ﷺ رحم مادر میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور ربِّ کعبہ کی قسم! وہ دنیا کے لیے امان اور اہلِ دنیا کے لیے چراغ ہدایت ہیں، اس رات قریش کا ہر نجومی اور عاملِ جنات اور عرب کا ہر قبیلہ اپنے جنوں کی ملاقات سے روک دیا گیا ان کے سینوں سے علمِ کہانت چھین لیا گیا، دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا۔ تمام بادشاہوں کے لبوں پر مہرِ سکوت لگ گئی اور وہ پورا دن کلام نہ کر سکے۔ مشرق و مغرب کے جانور ایک دوسرے کے پاس جا کر اور سمندر کی مچھلیاں باہم مبارکبادیاں دے رہی تھیں۔ پھر ہر مہینے آسمان اور زمین میں ندا کی جاتی رہی: مبارک ہو! جب ابو القاسم ﷺ برکت و رحمت کے جلو میں ارض کی طرف مبعوث ہوں گے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے (کوئی شے گرنے کی) ایک زوردار آواز سنی جس سے میں ڈر گئی۔ یہ پیر کا دن تھا پھر میں نے دیکھا کہ جیسے کچھ پرندے ہیں جو میرے دل پر اپنے پَر مل رہے ہیں جس سے مجھ پر (چھایا) سارا رعب و خوف جاتا رہا اور درد جو پہلے محسوس ہو رہا تھا جاتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک سفید سا شربت پڑا تھا، میں اسے دودھ سمجھی۔ میں چونکہ پیاس محسوس کر رہی تھی میں نے اسے اٹھا کر پی لیا تو مجھ سے ایک بلند تر نور جلوہ گر ہوا۔

آپ فرماتی ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک غول آیا، میں نہیں جانتی وہ کدھر سے آیا۔ بہرحال انہوں نے میرے حجرے کو بھر دیا، ان کی چونچیں

زمرد کی اور پَر یاقوت کے تھے۔ پھر میری نگاہ سے حجابات اٹھا دیے گئے اور میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے دنیا پر لگے ہوئے ہیں: ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔

آپ فرماتی ہیں: جب محمد مصطفی ﷺ میرے بطن سے جلوہ گر ہوئے تو میں نے پہلو بدل کر انہیں دیکھا کہ آپ ﷺ سجدے میں پڑے ہیں اور نہایت عاجزی اور انکساری سے دعا کرنے والے کی طرح آسمان کی طرف انگلی اٹھائے ہوئے ہیں۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے ایک سفید بادل اترا اور اس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا۔ آپ ﷺ میری نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو میں نے سنا کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا: محمد ﷺ کو زمین کے مشرق و مغرب میں ٹھہراؤ، انہیں تمام سمندروں میں لے جاؤ تاکہ تمام اہلِ جہاں ان کے نام، صفات اور حلیہ مبارک سے واقف ہو جائیں اور جان لیں کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کا نام دنیا میں ماحی رکھا گیا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے دور میں تمام دنیا سے شرک مٹا دیا جائے گا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد وہ بادل چھٹ گیا تو آپ ﷺاُون کے ایک سفید کپڑے میں، جو دودھ سے بھی سفید تر تھا، لپٹے ہوئے پڑے تھے۔ آپ ﷺ کے نیچے سبز ریشم تھا اور آپ ﷺ نے ہاتھ میں تروتازہ اور سفید موتی سے بنی ہوئی تین چابیاں پکڑ رکھی تھیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ محمد مصطفی ﷺ نے فتح و نصرت، ہوا اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا۔'' اسے امام ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَقَدْ عَلِقْتُ بِهٖ، تَعْنِي رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَمَا وَجَدْتُ لَهٗ مَشَقَّةً حَتّٰى وَضَعْتُهٗ، فَلَمَّا فَصَلَ مِنِّي خَرَجَ مَعَهٗ نُوْرٌ أَضَاءَ لَهٗ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

وفِي رِوايَةٍ: وَخَرَجَ مَعَهٗ نُوْرٌ أَضَائَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ وَأَسْوَاقُهَا، حَتّٰى أَعْنَاقُ الْإِبِلِ بِبُصْرٰى.

رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ عَسَاكِرَ وَابْنُ كَثِيْرٍ.

﴿ابن سعد فی الطبقات الکبری، وابن عساکر فی تاریخ مدینة دمشق، البدایة والنهایة﴾

جب میں رسول اللہ ﷺ سے گراں بار ہوئی، تو مجھے ایسی کوئی دِقت پیش نہ آئی (جو عام طور پر عورتوں کو حمل کے دوران پیش آتی ہے) یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا۔ پس جب آپ ﷺ میرے جسم سے جدا ہوئے تو ان کے ساتھ ایک ایسا نور نمودار ہوا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ کی ولادت کے ساتھ ہی ایک ایسا نور نمودار ہوا جس سے شام کے محلات اور بازار روشن ہوگئے حتی کہ بصریٰ میں (چلنے والے) اونٹوں کی گردنیںبھی (میرے سامنے) نمودار ہوگئیں۔‘‘

اسے امام ابن سعد، ابن عساکر اور ابن کثیر نے روایت کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ذکر ہے:

حضرت ابن قبطیہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت پاک کے حوالے سے روایت ہے :

قَالَتْ أُمُّهُ صلى الله عليه وآله وسلم: رَأَيْتُ كَأَنَّ شِهَابًا خَرَجَ مِنِّي أَضَاءَ تْ لَهُ الْأَرْضُ.

رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ.

﴿الطبقات ابن سعد، الخصائص الکبری﴾

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا: (آپ ﷺ کی ولادت کے وقت) میں نے مشاہدہ کیا، گویا کہ ایک روشن ستارہ میرے جسم سے نکلا ہے جس سے ساری زمین روشن ہو گئی۔‘‘

اسے امام ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے خود اپنے وقتِ ولادت کا ذکر فرمایا:

حضرت ابو عجفاء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :

رَأَتْ أُمِّي حِيْنَ وَضَعَتْنِي سَطَعَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَ تْ لَهُ قُصُوْرُ بُصْرى.

رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ.

﴿الطبقات ابن سعد، والسیوطی فی الخصائص الکبرٰی﴾

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری ولادت کے وقت میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسمِ اقدس سے ایک نور نمودار ہوا ہے، جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔‘‘

اسے امام ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

بوقتِ ولادت حضور ﷺ کے نام ’’احمد‘‘ کے بارے میں آگاہی:

’’حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

أُمِرَتْ آمِنَةُ وَهِيَ حَامِلٌ بِرَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم، أَنْ تُسَمِّيَهُ أَحْمَدَ.

رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ.

﴿الطبقاتابن سعد والسیوطی فی الخصائص الکبری﴾

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو - جب وہ رسول اللہ ﷺ سے گراں بار تھیں - حکم دیا گیا کہ اپنے ہونے والے بچے کا نام ’احمد‘ رکھیں۔‘‘

اسے امام ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

وقتِ ولادتِ رسول ﷺ کے بعد کامنظر:

’’حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ حضرت شفاء بنت عمرو رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں:

لَمَّا وَلَدَتْ آمِنَةُ مُحَمَّدًا صلی الله علیه وآله وسلم وَقَعَ عَلٰى يَدَيَّ، فَاسْتَهَلَّ، فَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُوْلُ: رَحِمَکَ رَبُّکَ، قَالَتِ الشِّفَاءُ: فَأَضَاءَ لِي مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى بَعْضِ قُصُوْرِ الشَّامِ، قَالَتْ: ثُمَّ أَلْبَنْتُهُ وَأَضْجَعْتُهُ، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ غَشِيَتْنِي ظُلْمَةٌ وَرُعْبٌ وَقُشَعْرِيْرَةٌ، ثُمَّ أُسْفِرَ عَنْ يَمِيْنِي، فَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُوْلُ: أَيْنَ ذَهَبْتَ بِهٖ؟ قَالَ: ذَهَبْتُ بِهٖ إِلٰى

الْمَغْرِبِ، قَالَتْ: وَأَسْفَرَ ذَالِکَ عَنِّي، عَاوَدَنِي الرُّعْبُ بِهٖ؟ قَالَ: إِلَى الْمَشْرِقِ، وَلَنْ يَعُوْدَا أَبَدًا، فَلَمْ يَزَلِ الْحَدِيْثُ مِنِّي عَلٰى بَالٍ حَتَّى ابْتَعَثَ اللهُ رَسُوْلَهٗ، فَكُنْتُ فِي أَوَّلِ النَّاسِ إِسْلَامًا۔.

(أبونعیم فی دلائل النبوۃ، الخصائص الکبری)

جب حضرت آمنه رضی الله عنہا نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ میرے ہاتھوں پر رونق افروز ہوئے اور کچھ گریہ کیا۔ میں نے سنا که کوئی کہه رہا تھا: الله تعالیٰ آپ پر رحمتوں کی برسات کرے۔ حضرت شفاء فرماتی ہیں: اس وقت مجھ پر مشرق سے مغرب تک ساری زمین روشن ہوگئی حتی که میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لیے۔ وہ بیان فرماتی ہیں که پھر میں نے آپ ﷺ کو لباس پہنایا اور بستر پر لٹا دیا، کچھ ہی لمحوں بعد مجھ پر تاریکی، رعب اور لرزہ طاری ہو گیا۔ پھر میری دائیں طرف روشنی ہوئی اور میں نے کسی کی آواز سنی: تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ اس نے جواب دیا: مغرب کی طرف۔ اب پھرمجھ پر بائیں طرف سے رعب و خوف طاری ہوا، پھر روشنی ہوئی اور میں نے کسی کی آواز سنی: تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ اس نے جواب دیا که مشرق کی طرف، اب ان کا ذکر وہاں سے کبھی ختم نه ہوگا۔ حضرت شفاء فرماتی ہیں: یه واقعه ہمیشه میرے دل میں تازہ رہا تا آنکه الله تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بعثت سے سرفراز فرمایا اور میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھی۔‘‘

اسے امام ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابو طالب سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے:

يُحَدِّثُ أَنَّ آمِنَةَ بِنْتَ وَهْبٍ لَمَّا وَلَدَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم جَائَهٗ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ، فَأَخَذَهٗ وَقَبَّلَهٗ، ثُمَّ دَفَعَهٗ إِلٰى أَبِي طَالِبٍ۔ فَقَالَ: هُوَ وَدِيْعَتِي عِنْدَکَ، لَيَكُوْنَنَّ لِابْنِي هٰذَا شَأْنٌ۔ ثُمَّ أَمَرَ فَنُحِرَتِ الْجَزَائِرُ، وَذُبِحَتِ الشَّاءُ، وَأُطْعِمَ أَهْلُ مَكَّةَ ثَلَاثًا، ثُمَّ نُحِرَ فِي كُلِّ شِعَبٍ مِنْ شِعَابِ مَكَّةَ جَزُوْرًا، لَا يُمْنَعُ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا سَبُعٌ وَلَا طَائِرٌ۔ رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ.

(أبونعيم فی دلائل النبوة)

جب حضرت آمنه رضی الله عنها نے حضور نبی اکرم ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبد المطلب تشریف لائے اور آپ ﷺ کو اٹھایا، ماتھے پر بوسه دیا، پھر حضرت ابو طالب کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: یه تمہارے پاس میری امانت ہے، میرے اس بیٹے کی بہت بڑی شان ہوگی۔ پھر حضرت عبد المطلب نے اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں اور تمام اہل مکه کی تین دن تک ضیافت کی۔ پھر مکه مکرمه کی طرف آنے والے ہر راسته پر اونٹ ذبح کروا کے رکھ دیے جن سے تمام انسانوں، جانوروں او رپرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔‘‘

اسے امام ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

یه تمام معلومات غیر معمولی ولادت کو ظاہر کررہی تھی،اور اس بات کی آگاہی دے رہی تھی که آنے والا ضرورت انسانیت کے لیے راہِ نجات ہوگا۔

شبِ میلاد کی افضلیت

رات تخلیق اور خالق کے درمیان بہت سے حجابات کو ختم کرتی ہے اسی لیے رب تعالیٰ نے انسانیت کی مغفرت،درجات میں بلندی اور اپنے خالق سے تعلق بہتر بنانے کے لیے مختلف راتوں کو منتخب فرمایا:جیسے شبِ برات و شبِ قدر ۔لیکن ان تمام راتوں سے افضلیت والی رات شبِ میلاد ہے جس رات میں تمام راتوں کی فضیلت بتانے والا تشریف لے کر آگیا۔

’’امام قسطلانی ’المواہب اللدنیه‘ میں فرماتے ہیں:

إِذَا قُلْنَا بِأَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وُلِدَ لَيْلًا، فَأَيُّمَا أَفْضَلُ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ أَوْ لَيْلَةُ مَوْلِدِهٖ صلى الله عليه وآله وسلم؟ أُجِيْبُ: بِأَنَّ لَيْلَةَ مَوْلِدِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلُ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنْ وُجُوْهٍ ثَلَاثَةٍ:

أَحَدُهَا: أَنَّ لَيْلَةَ الْمَوْلِدِ لَيْلَةُ ظُهُوْرِهٖ صلى الله عليه وآله وسلم، وَلَيْلَةُ الْقَدْرِ مُعْطَاةٌ لَهٗ، وَمَا شَرُفَ بِظُهُوْرِ ذَاتِ الْمُشَرِّفِ مِنْ أَجْلِهٖ أَشْرَفُ مِمَّا شَرُفَ بِسَبَبِ مَا أُعْطِيَهٗ، وَلَا نِزَاعَ فِي ذَالِکَ، فَكَانَتْ لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ - بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ - أَفْضَلُ.

اَلثَّانِي: أَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ شَرُفَتْ بِنُزُوْلِ الْمَلَائِكَةِ فِيْهَا، وَلَيْلَةُ الْمَوْلِدِ شَرُفَتْ بِظُهُوْرِهٖ صلى الله عليه وآله وسلم فِيْهَا۔ وَمِمَّنْ شَرُفَتْ بِهٖ لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ أَفْضَلُ مِمَّنْ شَرُفَتْ بِهٖ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، عَلَى الْأَصَحِّ الْمُرْتَضٰى (أَي عِنْدَ جُمْهُوْرِ أَهْلِ السنة) فَتَكُوْنُ لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ أَفْضَلُ.

اَلثَّالِثُ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَقَعَ التَّفَضُّلُ فِيْهَا عَلٰى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم، وَلَيْلَةُ الْمَوْلِدِ الشَّرِيْفِ وَقَعَ التَّفَضُّلُ فِيْهَا عَلٰى سَائِرِ الْمَوْجُوْدَاتِ، فَهُوَ الَّذِي بَعَثَهُ اللّٰہ تَعَالٰى رَحْمَةً

لِلْعَالَمِيْنَ، فَعَمَّتْ بِهِ النِّعْمَةُ عَلٰى جَمِيْعِ الْخَلَائِقِ، فَكَانَتْ لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ أَعَمَّ نَفْعًا، فَكَانَتْ أَفْضَلَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ.

﴿القسطلانی فی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 1وعبد الحق الدهلوی فی ما ثبت مِن السنة فی أيّام السنة والزرقانی فی شرح المواهب اللدنية، والنبهانی فی جواهر البحار فی فضائل النبی المختار صلی الله عليه وآله وسلم﴾

جب ہم یہ کہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت پیدا ہوئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ شبِ میلادِ رسول ﷺ اَفضل ہے یا شبِ قدر؟ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کی میلاد کی رات تین وجوہ کی بناء پر شبِ قدر سے اَفضل ہے:

1. آپ ﷺ کا ظہور شبِ میلاد میں ہوا جب کہ شبِ قدر آپ ﷺ کو عطا کی گئی، لہٰذا وہ رات جس کو آپ ﷺ کے ظہور کا شرف ملا اُس رات سے زیاد شرف والی ہوگی جسے اِس رات میں تشریف لانے والی ہستی کے سبب سے شرف ملا، اور اِس میں کوئی نزاع نہیں۔ لہٰذا اِس اِعتبار سے شبِ میلاد شبِ قدر سے افضل ہوئی۔
2. اگر لیلۃ القدر کی عظمت اِس بناء پر ہے کہ اِس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے تو شبِ ولادت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کائنات میں جلوہ فرما ہوئے۔ جمہور اہلِ سنت کے قول کے مطابق شبِ میلاد کو جس ہستی (یعنی حضور ﷺ) نے شرف بخشا وہ شبِ قدر کو شرف بخشنے والی ہستیوں (یعنی فرشتوں) سے کہیں بلند و برتر اور عظمت والی ہے۔ لہٰذا شبِ ولادت ہی افضل ہے۔
3. شبِ قدر کے باعث اُمتِ محمدیہ کو فضیلت بخشی گئی اور شبِ میلاد کے ذریعے جمیع موجودات کو فضیلت سے نوازا گیا۔ پس حضور ﷺ ہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، اور اِس طرح نعمتِ رحمت جمیع کائنات کے لیے عام کر دی گئی۔ لہٰذا شبِ ولادت نفع رسانی میں کہیں زیادہ ہے، اور اِس اعتبار سے بھی یہ لیلۃ القدر سے افضل ٹھہری۔‘‘

’’امام طحاوی بعض شوافع سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّ أَفْضَلَ اللَّيَالِي لَيْلَةُ مَوْلِدِهِ صلى الله عليه وآله وسلم، ثُمَّ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، ثُمَّ لَيْلَةُ الإِسْرَاءِ وَالْمِعْرَاجِ، ثُمَّ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، ثُمَّ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، ثُمَّ لَيْلَةُ الْعِيْدِ.

﴿رد المحتار علی در المختار علی تنویر الأبصار، والشروانی فی حاشیة علی تحفة المحتاج بشرح المنهاج، والنبهانی فی جواهر البحار فی فضائل النبی المختار صلی الله علیه وآله وسلم﴾

راتوں میں سے افضل ترین رات شبِ میلادِ رسول ﷺ ہے، پھر شبِ قدر، پھر شبِ اِسراء و معراج، پھر شبِ عرفه، پھر شبِ جمعه، پھر شعبان کی پندرہویں شب اور پھر شبِ عید ہے۔''

''امام نبہانی اپنی مشہور تصنیف 'الأنوار المحمدیة من المواهب اللدنیة (ص: 28)' میں لکھتے ہیں:

وَلَیْلَةُ مَوْلِدِهٖ صلی الله علیه وآله وسلم أَفْضَلُ مِنْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ.

اور شبِ میلادِ رسول ﷺ شبِ قدر سے افضل ہے۔''
ان تمام دلائل سے یه واضح ہوا که ولادت مصطفٰی ﷺ کا مہینه،دن،وقت تمام خلقت کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے،بشرطیکه ہم اس دن سے اصلاح سوچ وکردار،عمل و افعال کرسکیں۔

حضور اکرم ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار

آپ ﷺ کی ولادت پر خوشیاں بنانے کا اظہار اس نوعیت کا ہونا چاہیے کہ اپنی ذات کی اصلاح کا بہت کثرت سے سامان جمع ہوجائے،اور اگر اصلاحی راہ ایسی ہو کہ وہ تمام سال و اوقات اس پر عمل کرنے پر مجبور ہوجائے تو میں سمجھتی ہوکہ یہ ہماری زندگی کا ''ولادتِ مصطفیٰ ﷺ ''پر خوشی کا بہترین اظہار ہوگا.

حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار احسن انداز سے غیر مسلم کرے تو ایک کافر کو بھی راحت ملتی ہے،اور اگر کوئی مسلمان کرے، تو آپ کی سوچ اس بات کو اپنے دائرے میں نہیں لاسکتی کہ اُس مسلمان کو کتنا اجر ملتا ہوگا،لیکن شرط یہ ہے کہ احسن انداز ہونا چاہیے ، وہ انداز جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو پسند ہے۔

ایک مشہور روایت کے مطابق''حضرت عروہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں :

وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ، كَانَ أَبُوْ لَهَبٍ أَعْتَقَهَا، فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَلَمَّا مَاتَ أَبُوْ لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيْبَةٍ، قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيْتَ؟ قَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيْتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالْمَرْوَزِيُّ.

﴿الصحیح البخاری وعبد الرزاق فی المصنف، والطبقات ابن سعد﴾

ثوبیہ ابو لہب کی لونڈی تھی اور ابو لہب نے اُسے آزاد کر دیا تھا، اُس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابو لہب مر گیا تو اُس کے اہل خانہ میں سے کسی کے خواب میں وہ نہایت بری حالت میں دکھایا گیا۔ اس (دیکھنے والے) نے اُس سے پوچھا: کیسے ہو؟ ابو لہب نے کہا: میں بہت سخت عذاب میں ہوں، اِس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ ہاں مجھے (اُس عمل کی جزا کے طور پر) اس (انگلی) سے قدرے سیراب کر دیا جاتا ہے جس سے میں نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔''

اِسے امام بخاری، عبد الرزاق اور مروزی نے روایت کیا ہے۔

’’حافظ (ابن حجر) عسقلانی نے امام سہیلی کے حوالے سے فتح الباری میں یوں بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ الْعَبَّاسَ رضی الله عنه قَالَ: لَمَّا مَاتَ أَبُوْ لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ، فَقَالَ: مَا لَقِيْتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً إِلاَّ أَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّي كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ. قَالَ: وَذَالِکَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وآله وسلم وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَکَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ أَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهٖ فَأَعْتَقَهَا.

(ذکره العسقلانی فی فتح الباری)

ابو لہب مر گیا تو میں نے اسے ایک سال بعد خواب میں بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں، لیکن جب پیر کا دن آتا ہے۔ تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ پیر کے دن ہوئی تھی اور جب ثویبہ نے اس روز ابو لہب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تو اس نے (ولادتِ مصطفی ﷺ کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔‘‘

’’حافظ شمس الدین محمد بن عبد اللہ جزری (م 660ھ) اپنی تصنیف عرف التعریف بالمولد الشریف میں لکھتے ہیں:

فَإِذَا کَانَ أَبُوْ لَهَبٍ الْکَافِرُ الَّذِي نَزَلَ الْقُرْآنُ بِذَمِّهٖ جُوْزِيَ فِي النَّارِ بِفَرَحِهٖ لَيْلَةَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم بِهٖ، فَمَا حَالُ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ أُمَّةِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم يَسُرُّ بِمَوْلِدِهٖ، وَبَذَلَ مَا تَصِلُ إِلَيْهِ قُدْرَتُهُ فِي مَحَبَّتِهٖ صلی الله علیه وآله وسلم؟ لَعَمْرِي إِنَّمَا يَکُوْنُ جَزَاؤُهُ مِنَ اللهِ الْکَرِيْمِ أَنْ يُدْخِلَهُ بِفَضْلِهِ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ.

(ذکره السیوطی فی الحاوی للفتاوی)

حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اَجر میں اُس ابولھب کے عذاب میں بھی تخفیف کر دی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو اُمتِ محمدیه ﷺ کے اُس مسلمان کو ملنے والے اَجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت و عشق میں حسبِ اِستطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک الله تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیب مکرّم ﷺ کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائیں گے۔‘‘

’’حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی (777۔842ھ) مورد الصادي في مولد الهادي میں فرماتے ہیں:

قَدْ صَحَّ أَنَّ أَبَا لَهَبٍ يُخَفَّفُ عَنْهُ عَذَابُ النَّارِ فِي مِثْلِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ لِإِعْتَاقِهٖ ثُوَيْبَةَ سَرُوْرًا بِمِيْلَادِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم.

إِذَا كَانَ هٰذَا كَافِرٌ جَاءَ ذَمُّهٗ
وَتَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدَا

أَتٰى أَنَّهٗ فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا
يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسَّرُوْرِ بِأَحْمَدَا

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِي طُوْلَ عُمْرِهٖ
بِأَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَمَاتَ مُوَحِّدًا

[1] السیوطی فی الحاوی للفتاوی، وأیضًا فی حسن المقصد فی عمل المولد/66، والنبهانی فی حجة لله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی الله علیه وآله وسلم/238.

یه بات واضح چکی ہے که رسول الله ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ثویبه کو آزاد کرنے کے صله میں ہر پیر کے روز ابو لہب کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے۔ لہٰذا:

جب ابو لہب جیسے کافر کے لیے - جس کی مذمت قرآن حکیم میں کی گئی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں اُس کے ہاتھ ٹوٹتے رہیں گے - حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی منانے کی وجہ سے ہر سوموار کو اُس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے، تو اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جس نے اپنی ساری عمر حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی منائی اور توحید پر فوت ہوا۔‘‘

شیخ عبد الحق محدث دہلوی (958-1052ھ) اِسی روایت کا تذکرہ کرنے کے بعد ’مدارج النبوۃ (19/2)‘ لکھتے ہیں:

در اینجا سند است مر اہل موالید را کہ در شبِ میلاد آنحضرت ﷺ سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود، و قرآن بمذمت وے نازل شدہ، چوں بسرور میلاد آنحضرت ﷺ و بذل شیر جاریہ وے بجہت آنحضرت ﷺ جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملوست بمحبت و سرور و بذل مال در وے چہ باشد۔ ولیکن باید کہ از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ انداز تغنی وآلات محرمہ ومنکرات خالی باشد تا موجب حرمان آز طریقہ اِتباع نگردد۔

’’یہ روایت میلاد کے موقع پر خوشی منانے اور مال صدقہ کرنے والوں کے لیے دلیل اور سند ہے۔ ابولہب جس کی مذمت میں ایک مکمل قرآنی سورت نازل ہوئی جب وہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کر لیتا ہے تو اس مسلمان کی خوش نصیبی کا کیا عالم ہوگا جو اپنے دل میں موجزن محبتِ رسول ﷺ کی وجہ سے ولادتِ مصطفی کے دن مسرت اور عقیدت کا اظہار کرے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ (یہ اظہارِ مسرت اور عقیدت) ان بدعات سے پاک ہو جنہیں عوام الناس نے گھڑ لیا ہے جیسے موسیقی اور حرام آلات اور اسی طرح کے دیگر ممنوعات، تاکہ اتباع رسول ﷺ کے راستے سے محرومی کا باعث نہ بنے۔‘‘

ولادتِ رسول ﷺ کا یہ اعزاز ہے کہ وقتِ ولادت پر احسن عمل اگر ایک کافر بھی کرے تو اس کو فائدہ ملتا ہے جبکہ عام دنوں میں کافر کا کوئی احسن عمل قبول نہیں،یہ صرف اس دن کی خوشی میں احسن عمل تھاتو اُس اعمال کی بلندی کا اندازا کیسے ہوسکتا ہے کہ ایمان والا بھی ہو او خوشی کا اظہار احسن طریقے پر بھی ہو اللہ تعالیٰ ہم سب سے ایسے اعمال کروا جس سے ربِ

کائنات اور حبیبِ ربِ کائنات راضی ہوجائیں۔لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑرہا ہے کہ دین اسلام میں ایمان کی دولت کا دعویٰ کرنے والے’’ولادتِ مصطفیﷺ‘‘پر اعمالِ بد کرکے یہ سمجھیں کہ ہماری اس عمل کی وجہ سے بخشش ہوجائے گی تو یہ اُن کی بد نصیبی ہے۔

گمراہی اور حق ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے،اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے تعلق رکھنے والے کے حق اور حقیقیت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اصلاحِ ظاہر و باطن اصل اظہارِ خوشی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ولادت تمام تخلیقات کے لیے اصلاح کا باعث ہے، کتنے ہی بندائے خدا نے اس موقع سے اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح کی اور کامیاب ہوگئے، آج بھی محبتِ رسول ﷺ کا تقاضہ ہے کہ ہر فرد انفرادی طور پر اپنی اصلاح ظاہری و باطنی پر غوروفکر کرے اور ہر آنے والے دن کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرے، رسول اللہ ﷺ کی بھی یہی تعلیمات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اس دن کو روزہ رکھ کر بنایا، آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے رہے، اور یاد رہے کہ پچھلی اُمت کا بھی یہی طریقہ تھا کہ وہ اپنے نبی کے اس دنیا میں آنے پر اُس دن کو اصلاحِ ظاہر و باطن کے اعمال اختیار کرکے گزارتے تھے۔

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم الْمَدِيْنَةَ وَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ فَسُئِلُوْا عَنْ ذَالِکَ، فَقَالُوْا: هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْفَرَ اللهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَبَنِي إِسْرَائِيْلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ تَعْظِيْمًا لَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ. ثُمَّ أَمَرَ بِصَوْمِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

﴿الصحیح البخاری والصحیح مسلم و اسنن أبو داود﴾

حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس ان سے اس بابت کو دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ و نصرت عطا فرمائی تو ہم اِس عظیم کامیابی کی تعظیم و تکریم بجا لانے کے لیے اِس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے حق دار ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے (خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔‘‘

یه حدیث متفق علیه ہے۔

ایک اور حدیث میں الفاظ کچھ اس طرح کے ہیں۔

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی الله عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَوَجَدَ الْیَهُوْدَ صِیَامًا یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: مَا هٰذَا الْیَوْمُ الَّذِي تَصُوْمُوْنَهُ؟ فَقَالُوْا: هٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ أَنْجَی اللهُ فِیْهِ مُوْسٰی وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوْسٰی شُکْرًا، فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ. فَصَامَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم وَأَمَرَ بِصِیَامِهٖ.

مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

(الصحیح البخاری ولصحیح مسلم)

رسول ﷺ مدینه تشریف لائے تو آپ ﷺنے یهودیوں کو یوم عاشوره کا روزه رکھتے پایا۔ تو رسول الله ﷺ نے اُن سے پوچھا: یه کون سا (خاص) دن ہے جس کا تم روزه رکھتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: یه بہت عظیم دن ہے که الله تعالیٰ نے اِس میں موسیٰ علیه السلام اور اُن کی قوم کو نجات عطا کی جب که فرعون اور اُس کی قوم کو غرق کیا۔ حضرت موسیٰ علیه السلام نے شکرانے کے طور پر اُس دن کا روزه رکھا، لہٰذا ہم بھی روزه رکھتے ہیں۔ اِس پر رسول ﷺ نے فرمایا: تمہاری نسبت ہم موسیٰ کے زیاده حق دار اور قریبی ہیں۔ پس اُس دن رسول الله ﷺ نے خود بھی روزه رکھا اور (صحابه کرام اکو بھی) اُس دن کا روزه رکھنے کا حکم فرمایا۔‘‘

یه حدیث متفق علیه ہے اور مذکوره الفاظ مسلم کے ہیں۔

ایک اور جگه اسی تعلیم کی ہدایت دی گئی ہے که جب بھی کوئی رب کی نعمت تمہیں عطاکی جائے توشکر کا انداز رب کی چاہت کے مطابق ہونا چاہیے:

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى. قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ۔ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ يَعْلٰى.

﴿الصحیح البخاری وأحمد بن حنبل﴾

حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اُن سے اُس دن روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا تو اُنہوں نے جواب دیا: یہ دن (ہمارے لیے) متبرک ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اُن کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی (یہ ہمارا یومِ آزادی اور یومِ نجات ہے)۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس دن روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے زیادہ موسیٰ کا حق دار میں ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی) اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔‘‘

اِسے امام بخاری، احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

ایک اور دلیل میں ذکر ہے:

’’حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، 2/704705، الرقم: 1901.

یوم عاشورہ کو یہود یومِ عید شمار کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے) فرمایا: تم ضرور اس دن روزہ رکھا کرو۔‘‘

اِسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اسی بات پر ایک اور دلیل واضح ہے:

’’حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی الله عنه فرماتے ہیں:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يَوْمًا تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَتَتَّخِذُهُ عِيْدًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: صُوْمُوْهُ أَنْتُمْ.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ.

﴿الصحیح مسلم والنسائی فی السنن الکبری والطحاوی فی شرح معانی الآثار، والبیہقی فی السنن الکبری﴾

یہود یوم عاشورہ کی تعظیم کرتے تھے اور اُسے عید کے طور پر مناتے تھے۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے (مسلمانوں کو) حکم دیا کہ تم بھی اِس دن روزہ رکھو۔‘‘

اِسے امام مسلم، نسائی اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

’’حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی الله عنه فرماتے ہیں:

كَانَ أَهْلُ خَيْبَرَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ يَتَّخِذُوْنَهُ عِيْدًا وَيُلْبِسُوْنَ نِسَائَهُمْ فِيْهِ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ..

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

﴿الصحیح مسلم﴾

اہلِ خیبر یوم عاشور کا روزہ رکھتے اور اُسے عید کے طور پر مناتے تھے۔ اُس دن وہ اپنی عورتوں کو خوب زیورات پہناتے اور اُن کا بناؤ سنگھار کرتے۔ تو رسول الله ﷺ نے (مسلمانوں سے) فرمایا: تم بھی اُس دن روزہ رکھا کرو۔‘‘

اِسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

’’حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنه بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بِأُنَاسٍ مِنَ الْيَهُوْدِ قَدْ صَامُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: مَا هٰذَا مِنَ الصَّوْمِ؟ قَالُوْا: هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي نَجَّى اللهُ مُوْسٰى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْغَرَقِ، وَغَرَّقَ

فِيْهِ فِرْعَوْنَ، وَهٰذَا يَوْمٌ اسْتَوَتْ فِيْهِ السَّفِيْنَةُ عَلَى الْجُوْدِيِّ، فَصَامَهٗ نُوْحٌ وَمُوْسٰى شُكْرًا ِاللّٰهِ تَعَالٰى. فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: أَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى وَأَحَقُّ بِصَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ. فَأَمَرَ أَصْحَابَهٗ بِالصَّوْمِ.

﴿أحمد بن حنبل والعسقلاني في فتح الباري﴾

حضور نبی اکرم ﷺ یہود کے چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو کہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا: یہ کس چیز کا روزہ ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا میں غرق ہونے سے بچایا اور فرعون کو غرق کر دیا اور یہ وہ دن ہے جس میں جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہری تو حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا۔ اِس پر حضورنبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ کا زیادہ حق دار ہوں اور میں اِس دن روزہ رکھنے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اُس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔‘‘

اِسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

’’شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا جواب کچھ یوں دیا:

قَالَ: وَقَدْ ظَهَرَ لِي تَخْرِيْجُهَا عَلٰى أَصْلٍ ثَابِتٍ، وَهُوَ مَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوْا: هُوَ يَوْمٌ أَغْرَقَ اللّٰهُ فِيْهِ فِرْعَوْنَ، وَنَجّٰى مُوْسٰى، فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ شُكْرًا ِاللّٰهِ تَعَالٰى.

فَيُسْتَفَادُ مِنْهُ فِعْلُ الشُّكْرِ ِاللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا مَنَّ بِهٖ فِي يَوْمٍ مُعَيَّنٍ مِنْ إِسْدَاءِ نِعْمَةٍ، أَوْ دَفْعِ نِقْمَةٍ، وَيُعَادُ ذَالِكَ فِي نَظِيْرِ ذَالِكَ الْيَوْمِ مِنْ كُلِّ سَنَةٍ.

وَالشُّكْرُ اللهِ تَعَالٰى يُحْصَلُ بِأَنْوَاعِ الْعِبَادَاتِ كَالسُّجُوْدِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالتِّلَاوَةِ، وَأَيُّ نِعْمَةٍ أَعْظَمُ مِنَ النِّعْمَةِ بِبُرُوْزِ هٰذَا النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الَّذِي هُوَ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ فِي ذَالِكَ الْيَوْمِ.

﴿ذکرہ السیوطی فی حسن المقصد فی عمل المولد، فی الحاوی للفتاوی﴾

’میرے نزدیک یومِ میلاد النبی ﷺ منانے کی اَساسی دلیل وہ روایت ہے جسے ’’صحیحین‘‘ میں روایت کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو یومِ عاشور کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺنے ان سے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کناں ہوئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، سو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لانے کے لیے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

ان احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ انسان کی اصل خوشی کا دن وہ ہے جس دن وہ برائی سے دور اور اچھائی سے قریب ہوجائے۔اور حضور علیہ سلام کی ولادت سے بہتر کوئی ایسا دن نہیں کہ وہ برائی سے دور اور اچھائی سے قریب ہوا ہو،ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کا دن ہی انسان کے لیے عظیم سے عظیم اچھائیاں لیکر آیااور برائی سے انسان کو اس طرح بچایاکہ جس کا انسانی عقل تصور نہیں کرسکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اِحسان و اِنعام کے عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بہترین عمل ہے۔

’’اللہ تعالیٰ کا شکر نماز و سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوتِ قرآن و دیگر عبادات کے ذریعہ بھی بجا لایا جا سکتا ہے لیکن ان تمام عبادات کی حقیقت تک پہنچنا صرف سیرتِ رسول ﷺ کو اپنانے میں ہی ممکن ہے۔‘‘

پیر کا دن

اللہ رب العزت کے ہر کام میں بڑی سے بڑی حکمتیں ہوتی ہیں،اگر انسان اس پر غور و فکر کرے تواُس کا شعور اور عقل بہت ترقی کرسکتا ہے اللہ کی حکمتوں میں کچھ اشارات ہوتے ہیں جو انسان کو ہر گمراہی سے دور اور محفوظ رکھتے ہیں اُس کی کامیابی کی حفاظت کرتے ہیں،ہر سمت سے اُس کی اصلاح کاسبب بنتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو پیر کے دن بھیجااس دن میں انسانیت کے لیے بہت سی حکمتیں مخفی ہیں،اور جب انسان اپنے علم،شعور و تحقیقات کی تمام توجہ ان حکمتوں کی طرف کرتا ہے تواُس کی کامیابی،بلندی اُس کے قدم چومتیں ہیں،اس کے لیے عزتیں خود چل کر اُس کے قدموں میں آنے شروع ہوجاتیں ہیں۔جب وہ اپنے عمل کو رسول اللہ ﷺ کے عمل کے بطابق کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ کا فضل ،کرم ، رحمت اُس کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کرتیں ہیں۔جبکہ دینِ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی معلومات عام کردیں۔

’’حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم سُئِلَ عَنْ صَوْمِ الاِثْنَيْنِ فَقَالَ: فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وفي رواية: أُنْزِلَتْ عَلَيَّ فِيْهِ النُّبُوَّةُ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ.

﴿الصحیح مسلم و أحمد بن حنبل﴾

حضور نبی اکرم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِسی روز میری ولادت ہوئی اور اِسی روز میرے اُوپر قرآن نازل کیا گیا۔‘‘

اِسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اِسی روز مجھے نبوت (یعنی بعثت) سے سرفراز کیا گیا۔‘‘ اِسے امام احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وُلِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَاسْتُنْبِئَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَخَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَرَفَعَ الْحَجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ. وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَفِيْهِ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَهُوَ ضَعِيْفٌ، وَبَقِيَّهُ رِجَالِهٖ ثِقَاتٌ مِنْ أَهْلِ الصَّحِيْحِ.

﴿أحمد بن حنبل وابن عساکر فی تاریخ مدینة دمشق﴾

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی پیر کے روز ولادت ہوئی، اور پیر کے روز ہی آپ ﷺ کو شرفِ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپ ﷺ نے پیر کے روز ہی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پیر کے روز ہی مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اور حجر اسود اٹھانے کا واقعہ بھی پیر کے روز ہی ہوا۔‘‘

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا: اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابن لهیعہ نامی راوی کے علاوہ دیگر رجال ثقہ اور صحیح حدیث کے رجال میں سے ہیں۔

ایک اور روایت میں ذکر ہوا:

’’حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے بیان فرمایا:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَوْمَ الْفِيْلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ الثَّانِي عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، وَفِيْهِ بُعِثَ، وَفِيْهِ عُرِجَ إِلَى السَّمَاءِ، وَفِيْهِ هَاجَرَ، وَفِيْهِ مَاتَ صلى الله عليه وآله وسلم.

رَوَاهُ الْحَسَيْنُ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْجَوْرَقَانِيُّ وَلَمْ يَجْرَحْهُ.

﴿الحافظ أبو عبد الله الحسين ابن إبراهيم الجورقانی الهمذانی فی الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر،﴾

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ عام الفیل، پیر کے روز بارہ ربیع الاول کو ہوئی، اور اسی روز آپ ﷺ کو شرفِ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور اسی روز آپ ﷺ کو آسمان کی طرف بلند کیا گیا (یعنی معراج کرائی گئی)، اور اسی دن آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی، اور اسی روز آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا۔''

اسے امام حسین بن ابراہیم الجورقانی نے بغیر کسی جرح کے روایت کیا ہے۔

حضرت محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ لِاثْنَتَي عَشَرَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ إِسْحَاقَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ.

(المستدرک وابن حبان، والبیھقی فی شعب الایمان)

'' حضور نبی اکرم ﷺ عام الفیل میں پیر کے روز بارہ ربیع الاول کو اس دنیا میں تشریف لائے۔''

اسے امام حاکم، ابن حبان، ابن اسحاق اور بیہقی نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اسی طرح پیر اور جمعرات کا ذکر بھی کیئی مقامات پر ایک ساتھ ہوا ہے۔
امام مسلم اس کو بیان کرتے ہیں:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَاثْنَيْنِ، فَيَغْفِرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ، لِكُلِّ امْرِئٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا امْرَأً كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا "

(الصحیح مسلم)

پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں ،اللہ ان دنوں میں ہر شخص کی بخشش فرما دیتا ہے ،جو مشرک نہ ہو اور مسلمان سے بغض ،کینہ اور دشمنی نہ رکھنے والے ہو ۔

دشمنی والوں کے لیے حکم ہوتا ہے ،انہیں چھوڑ دو ،یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔
ایک اور حدیث شریف میں ہے:

تُعْرَضُ الأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ»

اعمال پیر اور جمعرات کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں ،اس لیے میں پسند کرتا ہوں ،جب میرے اعمال پیش کیے جائیں ،تو میں روزہ دار ہوں

(سنن ترمذی)

امام طبرانی ذکرکرتے ہیں:

عَرْضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَمِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيُغْفَرُ لَهُ، وَمِنْ تَائِبٍ فَيُتَابُ عَلَيْهِ، وَيُرَدُّ أَهْلُ الضَّغَائِنِ لِضَغَائِنِهِمْ حَتَّى يَتُوبُوا

پیر اور جمعرات کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ،جو مغفرت طلب کرنے والا ہوتا ہے اسکی بخشش کی جاتی ہے ، جو توبہ کرنے والا ہوتا ہے ،اسکی توبہ قبول کی جاتی ہے ،کینہ رکھنے والوں کو کینہ کی وجہ سے رد کر دیا جاتا ہے ،یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں ۔

(المعجم الکبیر)

صاحب المساوی اس حدیث کو یوں ذکر فرماتے ہیں:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ، فَيَغْفِرُ اللَّهُ الذُّنُوبَ، إِلَّا قَاطِعَ رَحِمٍ، أَوْ مُشَاحِنًا۔

ہر پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں ،ان دنوں میں اللہ گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے ،سوائے قاطع رحم اور مشاحن کرنے والے کے۔

(مساوئ الاخلاق)

پیر کے دن کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تھے،اپنے آنے کی برکتوں سے کفر کے اندھیروں سے ہر معاشرے کو محفوظ کردیا۔اور بہت سے ایسے راہیں واضح کردیں جس سے انسان نے اپنے لیے بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔

ولادتِ رسول ﷺ پر خوشی کا انداز

ہر دور ، وقت ، علاقه ،قوم کا خوشی منانے کا اظہار مختلف رہا ہے،کسی بھی قوم نے جس طرح کی تربیت و تعلیمات حاصل کیں۔اور جس کی شخصیت کی طرف اُس کی توجه رہی اُسی کی تعلیمات کے مطابق اُس نے خوشی کا اظہار کیا،

ہم جب بھی ولادتِ باسعادت کی خوشی مناتے ہیں تو ہماری سوچ کا مرکز و محور رسول الله ﷺ کی ذات طرف ہوتا ہے،اور ہم اسی سوچ کے ساتھ خوشی کا اظہار کرتے ہیں که آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نعمت ہمیں دنیا میں نہیں ملی اور یه حقیقت ہے که سب سے بڑی نعمت رب تعالیٰ کی رسول الله ﷺ کی ذات ہے،اسی وجه سے ہم پوری شان وشوکت سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔اور کرنا چاہیے قرآن میں بھی الله نے نعمت کا چرچا کرنے کا حکم دیا ہے۔وہ لوگ بہت خوش قسمت ہیں جن کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت پر چرچاکرنے کا موقع ملتا ہے۔لیکن قرآنِ مجید ہی میں حضور ﷺ کی سیرت کی طرف توجه کرنے کا حکم بھی موجود ہے،دنیا کی ہر چیز سے زیادہ،ہر تعلق سے زیادہ آپ ﷺ کی تعلیمات سے تعلق رکھنے کا حکم ہے، ہرسال ربیع الاول کے موقع پرحضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کا عہد کرنا اور اُس پر عمل کرنا آپ کو رسول الله ﷺ سے قریب کرسکتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کی شان میں نغمات وقصائد پڑھنا اور آپ ﷺ کی شان وشوکت بیان کرنا اظہارِخوشی کا بہترین انداز ہے اور یه روایات میں موجود ہے،رسول ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا:

’’حضرت عبید الله بن عائشه رضی الله عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم الْمَدِيْنَةَ ... فَتَلَقَّی النَّاسَ وَالْعَوَاتِقَ فَوْقَ الْجَاجِيْرِ، وَالصِّبْيَانُ وَالْوَلَائِدُ يَقُوْلُوْنَ:

(ابن حبان، فتح الباری)

جب حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ... تو آپ ﷺ نے لوگوں اور عورتوں کو (اپنے استقبال کے لیے) مکانوں کی چھتوں پر پایا جبکہ (مدینہ منورہ کے) بچے اور بچیاں یہ پڑھ رہے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا

مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

’’ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند (یعنی چہرۂ والضحیٰ ﷺ) طلوع ہو گیا، اور ہم پر اس وقت تک شکر ادا کرتے رہنا واجب ہو گیا جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا دعوت دے رہا ہے (یعنی جب تک کوئی بھی خدا کا نام لینے والا باقی رہے گا)۔‘‘

وَأَخَذَتِ الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ لِقُدُوْمِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَرَحًا بِذَالِکَ.

رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالْعَسْقَلَانِيُّ وَمُحِبُّ الدِّيْنِ الطَّبَرِيُّ.

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا جشن منانے کی خاطر حبشہ کے لوگ اپنے آلاتِ حرب کے ساتھ رقص کرتے رہے۔‘‘

اس حدیث کو امام ابن حبان نے ’الثقات‘ میں، ابن عبد البر، عسقلانی اور محب طبری نے روایت کیا ہے۔

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، وَيَرْقُصُوْنَ، وَيَقُوْلُوْنَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ. فَقَالَ

رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَا يَقُوْلُوْنَ؟ قَالُوْا: يَقُوْلُوْنَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ.

﴿أحمد بن حنبل﴾

اہل حبشہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے (اپنے آلاتِ حرب کے ساتھ) ناچ رہے اور رقص کررہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے:مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ (محمد ﷺ (اللہ تعالیٰ کے) برگزیدہ بندے ہیں)۔ پس رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یہ کہہ رہے ہیں: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ (محمد ﷺ (اللہ تعالیٰ کے) برگزیدہ بندے ہیں)۔‘‘

اس حدیث کو امام احمد اور مقدسی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ الْحَبَشَةَ كَانُوْا يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِكَلَامٍ لَا يَفْهَمُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَا يَقُوْلُوْنَ؟ قَالُوْا: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ.

رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْمَقْدِسِيُّ.

﴿الصحيح ابن حبان﴾

اہلِ حبشہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کررہے تھے اور (اپنی زبان و لہجہ میں) کچھ کہہ رہے تھے جس کا معنی و مفہوم واضح نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ (محمد ﷺ (اللہ تعالیٰ کے) برگزیدہ بندے ہیں)۔‘‘

اس حدیث کو امام ابن حبان اور مقدسی نے روایت کیا ہے۔

اور یہ بھی روایات میں موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺنے خود اپنا عقیقہ کا اہتمام کیا:

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم عَقَّ عَنْ نَفْسِهٖ بَعْدَ النُّبُوَّةِ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالْمَقْدِسِيُّ.

﴿البیھقی فی السنن الکبری، والمقدسی فی الأحادیث المختارة، والنووی فی تھذیب الأسماء واللغات، والعسقلانی فی فتح الباری، تھذیب التھذیب﴾

حضور نبی اکرم ﷺ نے اِعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔‘‘

اِسے امام بیہقی اور مقدسی نے روایت کیا ہے۔

امام طبری بھی اسی روایت کو ذکر کرتے ہیں کہ’’حضرت انس رضی الله عنه روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم عَقَّ عَنْ نَفْسِهٖ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْمَقْدِسِيُّ.

﴿الطبرانی فی المعجم الأوسط، والمقدسی فی الأحادیث المختارة، 5والرویانی فی المسند﴾

اِسے امام طبرانی اور مقدسی نے روایت کیا ہے۔

ایک اور روایت امام طبری بیان کرتے ہیں:

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی الله عنهما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا وُلِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَقَّ عَنْهُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ رضی الله عنه بِكَبْشٍ۔ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ.

﴿ابن عساکر فی تاریخ مدینة دمشق﴾

جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضرت عبد المطلب رضی الله عنه نے آپ کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کرکے عقیقہ کیا۔‘‘

اِسے امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

امام سیوطی نے فرمایا:

وَظَهَرَ لِي تَخْرِيْجُهٗ عَلٰى أَصْلِ آخَرَ، وَهُوَ مَا أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ، عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم

عَقَّ عَنْ نَفْسِهٖ بَعْدَ النُّبُوَّةِ۔ مَعَ أَنَّهٗ قَدْ وَرَدَ أَنَّ جَدَّهٗ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ عَقَّ عَنْهُ فِي سَابِعِ وِلَادَتِهٖ، وَالْعَقِيْقَةُ لَا تُعَادُ مَرَّةً ثَانِيَةً، فَيُحْمَلُ ذَالِکَ عَلٰی أَنَّ الَّذِي فَعَلَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم إِظْهَارًا لِلشُّكْرِ عَلٰی إِيْجَادِ اللهِ تَعَالٰی إِيَّاهُ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَتَشْرِيْفًا لِأُمَّتِهٖ، كَمَا كَانَ يُصَلِّي عَلٰی نَفْسِهٖ، لِذَالِکَ فَيَسْتَحِبُّ لَنَا أَيْضًا إِظْهَارُ الشُّكْرِ بِمَوْلِدِهٖ بِاجْتِمَاعِ الْإِخْوَانِ، وَإِطْعَامِ الطَّعَامِ، وَنَحْوَ ذَالِکَ مِنْ وُجُوْهِ الْقُرُبَاتِ، وَإِظْهَارِ الْمَسَرَّاتِ.

﴿السیوطی فی حسن المقصد فی عمل المولد، الحاوی للفتاوی والصالحی فی سبل الهدی والرشاد، والزرقانی فی شرح المواهب اللدنیة، والنبهانی فی حجة الله علی العالمین﴾

یوم میلاد النبی ﷺ منانے کے حواله سے ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے، جسے امام بیہقی نے حضرت انس رضی الله عنه سے نقل کیا ہے که حضور نبی اکرم ﷺ نے اِعلانِ نبوت کے بعد خود اپنا عقیقه کیا باوُجود اس کے که آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتویں روز بعد آپ ﷺ کا عقیقه کر چکے تھے اورعقیقه دو (2) بار نہیں کیا جاتا۔ پس یه واقعه اِسی پر محمول کیا جائے گا که آپ ﷺنے اپنے آپ کو الله کی طرف سے رحمة للعالمین بنائے جانے اور اپنی اُمت کے مشرف ہونے کی وجه سے اپنی ولادت کی خوشی کے اظہار کے لیے خود عقیقه کیا۔ اسی طرح ہمارے لیے مستحب ہے که ہم بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے یومِ ولادت پر خوشی کا اِظہار کریں اور کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات بجا لائیں اور خوشیوں کا اظہار کریں۔‘‘اور اس بات کا خاص طور سے خلال رکھیں که کوئی ایسا کا نه ہو جس سے الله اور اس کے رسولﷺ ناراض ہوئیں۔

حضرت انس بن مالک رضی الله عنه سے ایک طویل روایت میں مروی ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: ثُمَّ قَالَ: انْزِلْ فَصَلِّ، فَنَزَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ حَيْثُ وُلِدَ عِيْسٰی عليه السلام.

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ.

﴿سنن النسائی، والطبرانی فی مسند الشامیین، وأیضًا فی المعجم الکبیر﴾

رسول اللہ ﷺ نے (اپنا سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے) فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے (بیت اللحم کے مقام پر) مجھ سے کہا: آپ براق سے اُتریے اور نماز پڑھیے۔ میں نے اُتر کر نماز ادا کی۔ تو اُنہوں نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟ آپ نے بیت اللحم میں نماز ادا کی ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔''

اِسے امام نسائی، طبرانی اور بزار نے روایت کیا ہے۔

اس روایت سے یہ واضح ہے کہ انبیاء کی جائے پیدائش برکت اور اعمال ودراجات میں فضیلت کا باعث ہیں۔

'حضرت خریم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضي الله عنهما: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَمْدَحَکَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: هَاتِ لَا يَفْضُضِ اللهُ فَاکَ فَأَنْشَأَ الْعَبَّاسُ رضى الله عنه يَقُوْلُ:

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ
الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ

فَنَحْنُ فِي الضِّيَاءِ وَفِي
النُّوْرِ وَسُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ.

﴿الطبرانی فی المعجم الکبیر، المستدرک﴾

ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے خدمتِ اقدس میں موجود تھے، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی الله عنہما نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول الله! میں آپ کی مدح و نعت پڑھنا چاہتا ہوں۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لاؤ مجھے سناؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے دانت صحیح و سالم رکھے (یعنی تم اسی طرح کا عمدہ کلام پڑھتے رہو)۔ سو حضرت عباس رضی الله عنہ نے یہ پڑھنا شروع کیا:

’’آپ وہ ذات ہیں کہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو (آپ کے نور سے) ساری زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے اُفقِ عالم روشن ہو گیا۔ پس ہم آپ کی عطا کردہ روشنی اور آپ ہی کے نور میں ان ہدایت کی راہوں پر گامزن ہیں۔‘‘

رسول الله ﷺ کے اصحاب مختلف انداز سے حضور اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں ثنار و توصیف کرکے آپ ﷺ کی ذات کے ملنے پر خوشی کا اظہار کرتے تھے،

علامہ ابو شامہ کی عبارت یہ ہے :
ہمارے زمانہ میں نبی (صلی الله علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کے دن جو میلاد منایا جاتا ہے اور صدقات اور خیرات کیے جاتے ہیں اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے ‘یہ سب سے اچھی اور نیک بدعت ہے ‘نیز اس عمل کے ذریعہ نبی کریم (صلی الله علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کی وجہ سے ناداروں اور مفلسوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے ‘جس شخص نے اس بدعت کو ایجاد کیا ‘الله تعالیٰ اس کو نیک جزا دے۔ نیز۔ اس عمل کی وجہ سے کفار اور منافقین کے دل غیظ سے جلتے ہیں۔
(الباعث علی انکار والبدع والحوادث ملخصا ‘ص ۹۵ ‘مطبوعہ دارالرایہ الریاض ‘طبعہ اولی ص ۱٤۱۱۰ ھ)

اپنی تمام محبتوں سے زیادہ آپ ﷺ کی تعلیمات سے محبت وتعلق رکھتے تھے۔اور ہر وقت اس کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی عمل رسول الله ﷺ کی تعلیمات کے خلاف نہ ہوجائے۔

الله تعالیٰ ہماری سوچ کو رسول الله کی تعلیمات سے اور وسعتیں عطافرماں۔

آمین

الجامعة المخدومية الاسلامیة

علمی اصلاح وتربیت کا بہترین ادارہ ہے۔

دینی معلومات کے لیے مختصر کورسس کروائے جاتے ہیں۔

تفسیر، علوم تفسیر، حدیث، علوم حدیث، فقہ، تقابل ادیان، عربی زبان

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں:03342986859

روحانی تربیت

درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد فردوس کالونی میں

ہر اتوار بعد نماز عصر "تربیتی نشست"

بعد نماز جمعہ " ختم خواجگان"

ہر اسلامی مہینے کی پہلی جمعرات کو جاگ کر اللہ کا ذکر